Regd No. LW/NP 56

Phone: 42948, 43747

# TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

مجلسِ ادارت

نگرانِ اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات، شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

ندوۃ العلماء کا ترجمان

## تعمیر حیات لکھنؤ

جو گذشتہ اٹھارہ سال سے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے جس کو ملک کے دینی، علمی اور ثقافتی حلقوں میں ممتاز مقام حاصل ہے۔

اس وقیع پندرہ روزہ میں

قرآن مجید کا حیات آفریں پیغام، محسن انسانیت کے دلنشیں ارشادات، پیغمبر اسلام کی تعلیم اور عہد حاضر، غیر بھی معترف ہیں تیرے، اہل اللہ کے مؤثر سبق آموز حالات کے ساتھ تحریک ندوۃ العلماء کا تعارف، ندویانہ زندگی کے چند روشن اوراق اور دار العلوم ندوۃ العلماء کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں پر مشتمل مضامین شائع ہوتے ہیں۔

سرزمین رنگ و بو لکھنؤ کے مسحور کن عطریات

شمامۃ العنبر | زعفرانی حنا

کارخانہ

محمد سلیمان محمد یوسف پرفیومرس

یوسف بلڈنگ نادان محل روڈ لکھنؤ (انڈیا) سے طلب کریں

عبّاس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS

44, Hall Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY, 3.
Tele: Add. CUPKETTLE
Phone Shop: 862220
Resi: 378054

۴۴- حاجی بلڈنگ، ایس وی پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

اسپشل مکسچر
اسپشل ممری
ہوٹل مکسچر
سوداگر مکسچر
کپ برانڈ
گولڈن ڈسٹ
فلاور بی، او، پی
سوپر ڈسٹ

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ و لذیذ

سلیمانی افلاطون

اس کے علاوہ خصوصی پیش کش

ڈرائی فروٹ برفی

بک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ وخستہ

بسکٹ

اور

نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سلیمان عثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی
فون 320059

برانچ:- ۳۳- محمد علی روڈ بمبئی - ۳

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

## تمہاری دعا کیسے قبول ہو؟

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں دعا قبول کروں گا۔ ہم بہت دعائیں کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔

ابراہیم بن ادہم نے جواب دیا تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں پھر دعا کیسے قبول ہو،

۱- خدا کی ذات و صفات پر ایمان لانے کے باوجود تم اس کے حکموں کو توڑتے ہو،

۲- خدا کی کتاب پڑھتے ہو اور اس کو پس پُشت ڈال دیتے ہو،

۳- ابلیس لعین سے دشمنی کا اعلان تو کرتے ہو لیکن چلتے اسی کی راہ پر ہو،

۴- محبّت رسول کا دعویٰ کرتے ہو لیکن آپ کی سنتوں پر عمل نہیں کرتے،

۵- جنت کے آرزو مند و طالب تو ہو لیکن اس کے لئے عمل نہیں کرتے،

۶- دوزخ کا خوف تو ظاہر کرتے ہو مگر معاصی سے اجتناب نہیں کرتے،

۷- تم جانتے ہو کہ موت یقینی ہے مگر اس کے لئے تیاری نہیں کرتے ہو،

۸- دن رات غیروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو، لیکن اپنے عیوب پر نظر نہیں جاتی،

۹- خدا کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو لیکن اس کا شکر نہیں ادا کرتے،

۱۰- تم اپنے مردوں کو قبر میں اتارتے رہتے ہو مگر اس سے ذرا بھی عبرت نہیں حاصل کرتے۔

"المنبّہات"

۱۰/جون سنہ ۱۹۸۱ء    زر سالانہ: بیس روپے    فی شمارہ: ایک روپیہ

زرِ تعاون

اندرون ملک ——— بیس روپے
فی پرچہ ——— ایک روپیہ
بیرون ملک۔ بحری ڈاک ہوائی ڈاک ۵ پونڈ
ایشیائی ممالک ——— ۷ پونڈ
افریقی ممالک ——— ۸ پونڈ
یورپ امریکہ ——— ۱۰ پونڈ

# تعمیر حیات

لکھنؤ — پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۸ | ۱۰ جون سنہ ۱۹۸۱ء ——— ۷ شعبان سنہ ۱۴۰۱ھ | شمارہ نمبر ۱۵


اداریہ:

## دینی درسگاہیں اور ان کا مقام

دین کی خدمت کے لئے جو مدرسہ یا جو ادارہ جہاں بھی کام کر رہا ہے وہ قابل صد احترام ہے، اس کی نصرت و اعانت عین دین کی نصرت ہے اس کی بقاء سے اسلام کی بقاء ہے، نصاب تعلیم، طرز تربیت اور علمی نظریات میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن کسی بھی ایسی درسگاہ کی افادیت میں اختلاف نہیں ہوسکتا جہاں سے قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند ہوتی ہو۔

انانیت اور ادّعائے انفرادیت سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے اس کی ایک خاص توفیق ارزانی کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ندوہ کے ذمہ داروں اور خدام نے تمام اسلامی درسگاہوں کو ہمیشہ اپنی درسگاہ اور اپنی ملت کا مشترک سرمایہ سمجھا، انھوں نے کبھی دین کو اپنی جاگیر اور مدرسہ کو "دوکان" سمجھنے کا جرم نہیں کیا اور ایسا ماحول کبھی پیدا نہ ہونے دیا جس میں مدارس کے درمیان اس طرح کی چشمک یا رقابت ہو، جیسی رقابت ہم پیشہ افراد یا ایک مال کے چند تاجروں کے درمیان ہوتی ہے، ان کے نزدیک یہ درسگاہیں مساجد کی طرح قابل حرمت ہیں، مسجدیں چھوٹی ہوں یا بڑی، ان میں فرش چٹائی کا ہو یا قالینوں کا، ان کی دالانوں میں جھاڑ فانوس لگے ہوں یا ایک دَر کے کمرے میں دیا جل رہا ہو ہر ایک کا درجہ برابر ہے اور سب خانۂ خدا ہیں اور ہر ایک کا نسب نامہ کعبۂ مشرفہ سے قائم ہے، قرآن کریم کے نسخے قرآن ہیں خواہ حمائل کی شکل میں ہوں یا سنہرے رو پہلے ورق پر جلی خط سے لکھے گئے ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ ملک کے اندر یا ملک کے باہر جہاں اور جب برصغیر کی علمی و دینی خدمات کا ذکر آیا ندوہ کے ذمہ داروں نے پوری فراخدلی اور عدل و توازن کے ساتھ دوسری درسگاہوں کا تعارف کرایا ———

مثال کے طور پر "المسلمون فی الھند" دیکھئے جو متعدد عرب ممالک سے شائع ہوچکی ہے اور اس کے ایڈیشن نکلتے رہتے ہیں اور بعض مقتدر مصنفین نے اس کے حوالہ سے بعض باتیں نقل کی ہیں۔

ملک کے اندر مولانا سید سلیمان ندویؒ سے لے کر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ تک جس نے بھی عام مسلمانوں سے چندے کی اپیل کی تو صرف ندوہ ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام اسلامی درسگاہوں کی اعانت کی ترغیب دی، وہ اپیلیں اب بھی یہاں دفتر میں موجود ہیں اور ہر سال اہل خیر کو بھیجی جاتی ہیں جن میں صراحت کے ساتھ مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ آپ تمام دینی مدارس کی خدمت کریں اور ان میں ندوہ کا بھی خیال رکھیں۔

ندوہ کے اس طرز اور مزاج کو سمجھنے کے لئے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، سنہ ۱۹۷۵ء میں ندوہ کا ۸۵ سالہ جشن تعلیمی منعقد ہوا۔ اجلاس سے ایک روز قبل اخبار (قومی آواز لکھنؤ) نے پیشین گوئی کے انداز میں لکھا کہ "اتنا بڑا اجلاس لکھنؤ کی تاریخ میں نہ پہلے ہوا تھا اور نہ آئندہ ہوگا۔"

اس جملہ پر مرحوم محمد میاں (مولانا سید محمد الحسنی اڈیٹر البعث الاسلامی و مرتب صدا رچمن) نے لکھا،

"اس پیشین گوئی کے پہلے جز سے تو ہمیں بھی کسی قدر اتفاق ہے کہ شاید ایسا عالمی اجلاس کم از کم لکھنؤ میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، لیکن دوسرے جز کے بارہ میں ہماری دعا ہے کہ یہ پیشین گوئی پوری نہ ہو، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ملک کے دوسرے دینی و علمی اداروں اور مدرسوں میں اس سے بڑے اور بابرکت اجلاس ہوں اور اس سے کہیں بہتر نتائج و ثمرات ملت کو حاصل ہوں۔"

جواں مرگ محمد میاں کی روح کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ شاد کام رکھے، انھوں نے اپنی اس تحریر میں جہاں اپنے خاندانی مزاج و افتاد کی تصویر کھینچ دی ہے وہاں ندوہ کے طرز فکر اور دینی درسگاہوں سے متعلق ہم سب کے احساسات میں اس کی بہت ہی کامیاب ترجمانی اور نمائندگی کی ہے۔

الحمد للہ کہ ندوہ کو یہ توفیق بھی ملی کہ وہ برصغیر کے اہم مسلم اداروں کا تعارف ایسی جگہوں پر کرائے جہاں پہلے سے کوئی اس نام سے آشنا نہ تھا، کتب خانہ ندوہ میں علمی نمائش

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)


اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمایئے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs. 23/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔




کتاب و سنت سے

## مہمان نوازی

مولانا عبد الحی حسنیؒ

آیات:

هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ (سورۂ ذاریات آیت ۲۴-۲۵-۲۶)

بھلا تمہارے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کہا، انھوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا (دیکھا تو) ایسے لوگ کہ نہ جان نہ پہچان تو اپنے گھر جا کر ایک (بھنا ہوا) موٹا بچھڑا لائے۔

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۔ (سورۂ ہود آیت ۷۸)

اور لوطؑ کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی فعل شنیع کیا کرتے تھے۔ لوطؑ نے کہا کہ اے قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) لڑکیاں ہیں یہ تمہارے لئے (جائز اور) پاک ہیں، تو خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے (بارے) میں میری آبرو نہ کھوؤ کیا تم میں کوئی بھی شائستہ آدمی نہیں؟

---

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ نے فرمایا: جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ (متفق علیہ)

حضرت خویلد بن عمرو (ابو شریح کعبی) سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے، ایک دن ایک رات کی مہمانی تو مہمان کا عطیہ ہے اور مہمانی تین دن کی ہے، اس کے بعد مہمان پر جو خرچ ہو وہ صدقہ ہے، مہمان کے لئے یہ درست نہیں کہ میزبان کے یہاں رکا رہے حتیٰ کہ اس کے لئے پریشانی کا باعث بنے۔ (متفق علیہ بالفاظ بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپؐ نے فرمایا: آج رات اس شخص کو کون مہمان بنائے گا، حضرات انصار میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کے نبی! میں ان کی مہمانی کروں گا! اور اس شخص کو لے کر اپنی قیام گاہ گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے؟ بیوی نے جواب دیا نہیں، صرف بچوں کا کھانا ہے، انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو، جب رات کا کھانا مانگیں تو بہلا کر سلا دو، اور مہمان جب اندر داخل ہو تو چراغ بجھا دو اور مہمان پر ایسا ظاہر کرو کہ ہم لوگ بھی کھا رہے ہیں، چنانچہ سب لوگ بیٹھے اور مہمان نے کھانا کھا لیا اور ان دونوں نے خالی پیٹ رات گذار دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ انصاری خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، رات تم دونوں نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے پاس سواری زائد ہو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے، اور جس کے پاس زاد راہ زیادہ ہے وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس زاد راہ نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ آپ نے بہت سے مالوں کا اس طرح ذکر فرمایا کہ ہم لوگ یہ سمجھے کہ زائد چیزوں میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمان کی رات بھر کی مہمانی ہر مسلمان پر فرض ہے، جو اس کے دروازہ پر پہنچ جائے وہ اس پر شل قرض ہے (یعنی اس کی مہمانی اس شخص پر ضروری ہے) چاہے اس کو پورا کرے چاہے چھوڑ دے۔ (ابوداؤد)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ جو شخص بھی کسی قوم کا مہمان ہوا پھر وہ محروم رہا، اس کی مدد ہر مسلمان پر ضروری ہے، حتیٰ کہ وہ رات بھر کی مہمانی اس کی کھیتی اور مال سے بلا اجازت لے سکتا ہے۔ (ابوداؤد)

## مخلوق خدا پر شفقت ایک ذمہ داری ہے

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگوں پر رحم نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ رحم نہ فرمائیں گے۔ (متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ، رحمت تو بدبخت ہی سے چھینی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو رحم نہ کرے گا اس پر بھی رحم نہ کیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ پیچھے سے ایک آواز سنی، ابومسعود جان لو، غصہ میں میں نے آواز کو سمجھا نہیں (کہ کس کی آواز ہے)۔ جب وہ شخص مجھ سے قریب ہوا تو دیکھتا ہوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور آپ فرما رہے ہیں کہ ابومسعود تم کو معلوم ہو کہ جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم پر قادر ہے، میں نے عرض کیا اللہ کے نبی! اس کے بعد اب میں کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔ (مسلم۔ ابوداؤد وغیرہما)

حضرت زاذان کندی سے روایت ہے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس وقت وہ اپنے ایک غلام کو آزاد کر چکے تھے، انھوں نے زمین سے ایک لکڑی یا کوئی چیز اٹھائی، اور کہا کہ مجھے اتنا بھی اجر نہیں ملا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی غلام کو تھپڑ مارا یا اس کو سزا دی تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ وہ اس کو آزاد کردے۔ (رواہ مسلم و ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ان کا مختار آیا تو آپ نے اس سے پوچھا تم نے غلاموں کو ان کا خرچ دے دیا؟ اس نے کہا نہیں، انھوں نے کہا جاؤ انھیں دے دو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جن کا وہ مالک ہے ان سے ان کی ضروریات کو روکے رکھے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا اللہ کے نبی! خادم کو کس حد تک معاف کروں؟ آپ نے فرمایا ہر روز ستر مرتبہ معاف کرو۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ شام میں کچھ کسانوں کے پاس سے گذرے جو دھوپ میں کھڑے کر دئے گئے تھے اور ان کے

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

# نماز، قرآن مجید کی روشنی میں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

انسان مجموعہ ہے جسم و روح، قلب اور عقل کا تو اس کی جامعیت کے مناسب اور اس کی اشرفیت اور انسانیت کے شایاں یہی ہے کہ اس کے لئے ایسی عبادت مقرر کی جائے جو اول تو اس کے اپنے ارادہ اور اختیار سے عمل میں آئے، دوسرے وہ اتنی جامع ہو کہ اس میں تمام عناصر انسانیت اور اجزاء ما بہ الامتیاز کا اللہ کے سامنے عجز و نیاز اور خضوع و تذلل ہو، اس لئے کہ انسان صرف جسم کا نام نہیں، اور وہ جمادات و حیوانات کی طرح غیر مکلف و غیر مختار و غیر عاقل بھی نہیں، لہذا اس کی غیر اختیاری عبادات کافی ہے اور نہ ایسی کوئی عبادت جس میں صرف اس کا جسم اپنے خالق اور رب کے سامنے جھکتا ہے، نہ ایسی عبادت جس میں صرف قلب اپنے قبلۂ حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ ایسی جس میں مراقبہ و دھیان و تفکر ہے اس لئے کہ انسان نہ صرف جسم ہے اور نہ صرف قلب اور نہ صرف عقل بلکہ ان سب کا مجموعہ ہے۔

یہ جامع عبادت نماز ہے جس میں بیک وقت انسان کا جسم، اس کی روح، اس کا قلب اور اس کی عقل مصروف عبادت ہوتی ہے، اور انسان ان سب کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سرنگوں (دست بستہ) ہو، وہ جس وقت سجدے میں ہوتا ہے تو صرف اس کی پیشانی ہی جو اس کے جسم کا سب سے زیادہ ممتاز اور مکرم حصہ ہے خدا کی بنائی ہوئی سب سے زیادہ پست چیز (زمین) پر نہیں رکھی ہوتی، بلکہ اس کی عقل بھی رب اعلیٰ کے علو و رفعت کا اعتراف کرتی ہوتی ہے، اور اس کی بلندی کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے۔ اس کا قلب بھی اس کی بلندی اور اپنی پستی کی شہادت دیتا ہوتا ہے اور اس کا سارا وجود زبان قال اور زبان حال سے سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح پڑھتا ہوتا ہے۔

**نماز کی ضرورتیں:** اس لئے نماز میں جسم و قلب و عقل تینوں کی شرکت ضروری ہے اور تینوں کا خشوع مطلوب ہے۔ جسم کا تو اس درجہ کہ اس کے قیام و رکوع و سجود کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی اس لئے کہ اسی کے قلب و عقل کا عمل بھی وہی ہے اور اسی پر حکم کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔

"وارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم"

(اور رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو)۔

پھر اس کے قلب کا خشوع بھی ضروری ہے اور اسی پر اس کی فلاح کا حکم لگایا گیا ہے۔

"قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون"

(فلاح پائی ان ایمان والوں نے جو اپنی نمازوں میں عاجزی اور فروتنی کرتے ہیں)۔

اس کی عقل کی معیت اور شرکت بھی ضروری ہے۔ اگر وہ سرے سے حاضر نہیں تو جسم کا رکوع و سجود معتبر نہیں۔

"یا ایها الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون۔" (النساء)

پس یہ نماز دراصل انسان کی انسانیت کا طبعی تقاضا اور اس کی فطرت کا اس سے زیادہ اہم مطالبہ ہے جتنا کہ اس کے جسم کا مطالبہ غذا، اور اس کی انسانیت کا تقاضائے مدنیت و اجتماع اور اس کا اس مطالبہ سے غفلت کرنا یا انکار کرنا اپنی فطرت سلیمہ سے انحراف اور اپنے شرف انسانیت کی ناقدری اور جوہر انسان کی تذلیل ہے۔

یہ ساری کائنات ایک وسیع عبادتگاہ ہے جس کا ذرہ ذرہ مصروف عبادت ہے سرگرم طاعت اور سربسجود ہے انسان کو اس بساط کائنات پر ایک ممتاز جگہ اور اس زمین پر ایک مرکزی حیثیت۔ . . دنیا میں خدا کی نیابت و خلافت کا خلعت حاصل ہے۔ اگر وہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہمہ دم و ہمہ وقت سربسجود رہے اور کسی وقت اس کی پیشانی خاک سے نہ اٹھتی ہو تو یہ محل حیرت نہ تھا، لیکن چونکہ اس کو زمین پر خدا نے اپنی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے اور اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو کام میں لانے کا حکم دیا ہے، اور نہ اس میں پہاڑوں کی استقامت ہے اور نہ درختوں کا صبر، نہ دریا کی خوشی اور نہ پرندوں کی سبک روی، نہ جانوروں کی بے زبانی نہ زمین کی فتادگی، نہ سبزہ کی پامالی، بلکہ اس کی فطرت میں شورش ہے، اس کے مزاج میں عجلت و بے صبری اور وہ فطرتاً کمزور و ناتوان ہے۔

۱۔ خلق الانسان من عجل

(انسان کی سرشت میں جلد بازی ہے)

۲۔ ان الانسان خلق هلوعًا۔

(انسان بڑا بے صبر پیدا کیا گیا ہے)

۳۔ یرید اللّٰه ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفًا۔

(اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے)۔

**پانچ نمازوں کی اہمیت:** اس لئے اُسے ہر وقت کھڑے رہنے اور ہر وقت سربسجود رہنے کے بجائے صرف پانچ وقت نماز کا حکم دیا ہے اور اس کی پانچ وقت کی حاضری کو ہر وقت حضوری کا اور پانچ نمازوں کو پچاس نمازوں کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ معراج کی حدیث میں ان پچاس نمازوں کے فرض ہونے اور پھر تدریجی تخفیف کے بعد صرف پانچ رہ جانے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ کو یہ بشارت بھی سنائی گئی ہے کہ ان پانچ کا ثواب پچاس ہی کا ملے گا۔ حدیث کا پورا متن یہ ہے:

ثم فرضت علی خمسون صلوٰة کل یوم فرجعت فمررت علی موسیٰ فقال انما امرت قلت امرت بخمسین صلوٰة کل یوم قال ان امتك لا تستطیع خمسین صلوٰة کل یوم وانی واللّٰه خبرت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربك فسله التخفیف لامتك فرجعت فوضع عنی عشرًا فرجعت الی موسیٰ فقال مثله فرجعت فوضع عنی عشرًا فرجعت الی موسیٰ فقال مثله فرجعت فوضع عنی عشرًا فامرت بعشر صلوٰة کل یوم فرجعت الی موسیٰ فقال مثله فرجعت فامرت بخمس صلوٰة کل یوم فرجعت الی موسیٰ فقال بما امرت قلت امرت بخمس صلوٰة کل یوم قال ان امتك لا تستطیع خمس صلوٰة کل یوم وانی قد خبرت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربك فسله التخفیف لامتك قال سالت ربی حتی استحییت ولکنی ارضی واسلم قال فلما جاوزت نادانی مناد امضیت فریضتی وخففت عن عبادی۔ (متفق علیہ)

اول پچاس نمازوں کو فرض کرنے اور پھر پانچ نمازوں کو قائم رکھنے میں ایک لطیف اشارہ اس بات کا ہے کہ دراصل انسان کی بندگی اور اس کی عبدیت و منصب خلافت کے شایان شان پچاس ہی نمازیں ہیں لیکن اس کی کمزوری کے پیش نظر بالآخر یہ پانچ نمازیں مقرر کی گئیں لیکن یہ ۵۰ ہی کے قائم مقام ہیں۔ دراصل یہ ابتداء ہی سے تقدیر الٰہی اور منشاء الٰہی تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنی بڑی ترمیم نہ ہوتی، اسی حقیقت کی طرف اشارہ اس جملہ میں ہے جو قرآن مجید میں بھی ہے۔ لا یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید (ق ۲۴) حضرت موسیٰؑ کا مشورہ اس معاملے میں ایک

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)



مولانا سید سلیمان ندوی

# انبیاء کرامؑ کے اصول دعوت

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت کی بنیادی چیز یہی ہے کہ وہ اپنے کام کی اجرت و مزدوری کسی مخلوق سے نہیں چاہتے۔ وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین۔ ان کا متحدہ و متفقہ فیصلہ ہے، انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی کسی بندہ سے تحسین و آفریں بھی نہیں چاہتے ان کی دعوت کی کشش اور تاثیر دو قوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مخلوق کے ہر اجر سے استغناء و بے نیازی اور ان کی ذاتی پاکیزہ زندگی سورۂ "یٰسین" میں چند داعیان حق کا ذکر ہے جس میں ایک کی تکذیب کے بعد دوسرے رسول کی آمد اور اس کی تائید کا بیان ہے بالآخر اقصائے شہر سے ایک سعید ہستی آتی ہے اور اپنے ہم قوموں سے خطاب کر کے کہتی ہے:

"یقوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسئلکم اجرا و هم مهتدون"

(اے میرے لوگو! ان پیغمبروں کی پیروی کرو، ان کی پیروی کرو جو تم سے مزدوری نہیں چاہتے اور راہ ہدایت پائے ہوئے ہیں)۔

معلوم ہوا کہ مبلغ کے لئے پاکیزگی اور خلق سے بے نیازی اور اخلاص و للہیت ان کی تاثیر کا اصل سرچشمہ ہے۔

۲۔ ان کی تبلیغ و دعوت کا دوسرا محرک بندگان الٰہی پر رحمت و شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ ہے بندوں کی اس تباہ حالت کو دیکھ کر ان کا دل جلتا ہے، اور خیر خواہی سے ان کا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کی حالت سدھر جائے ٹھیک اسی طرح جس طرح باپ بیٹے کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا طالب محض پدرانہ شفقت اور خیر خواہی کی بنا پر ہوتا ہے اسی طرح مبلغ و داعی کے اندر بھی یہی جذبہ ہو، دینی خیر خواہی اور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کی تاثیر اس کے دل کو بے چین رکھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اپنی امت کو کہتے ہیں:

"یقوم لیس بی سفاهة ولکنی رسول من رب العلمین ۰ ابلغکم رسلت ربی وانا لکم ناصح امین ۰" (اعراف ۹)

(اے میرے لوگو! میں بیوقوف نہیں لیکن جس پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں میں تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہونچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں معتبر)۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنی امت کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:-

"یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی ونصحت لکم ولکن لا تحبون النصحین۔" (اعراف)

(اے میرے لوگو! میں نے تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہونچا دیا اور جس نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم اپنے خیر خواہوں کو نہیں چاہتے)۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ان کی قوم گمراہی کی تہمت لگاتی ہے اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

"یقوم لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العلمین ابلغکم رسلت ربی وانصح لکم۔" (اعراف)

(اے میرے لوگو! میں بہکا نہیں ہوں لیکن پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہونچانا چاہتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی احوال و کیفیات کا ذکر قرآن میں بار بار ہے اور ہر بار یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا کتنا غم تھا ایسا غم جس کے بوجھ سے پشت مبارک ٹوٹی جاتی تھی۔

"الم نشرح لك صدرك ۰ ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك"

(کیا ہم نے تمہارے سینہ کو نہیں کھول دیا اور تم سے اس بوجھ کو نہیں اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ کو توڑ دیا تھا)۔

امت کے غم سے یہ حال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا جینا بھی دوبھر معلوم ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے تسلی دی اور فرمایا:-

"لعلك باخع نفسك الا یکونوا مومنین ۰" (شعراء - ۱)

(کیا اس بات پر آپ اپنی جان گھونٹ ڈالیں گے کہ یہ ایمان نہیں لاتے)۔

یہی مفہوم سورۂ کہف کی ایک آیت میں ہے:-

"لعلك باخع نفسك علی آثارهم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا۔" (کہف)

(تو کیا آپ ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں اپنی جان افسوس کر کے گھونٹ ڈالیں گے)۔

اسی رحمت و محبت کا اقتضا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلمان کی ہر تکلیف شاق گذرتی تھی اور چاہتے تھے کہ ہر بھلائی اور خیر کا دروازہ ان پر کھل جائے ارشاد ہوا:-

"لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔" (توبہ)

(تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق ہوتا ہے۔ تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور ایمان والوں پر مہربان اور رحیم ہے)۔

۳۔ دعوت و تبلیغ کا تیسرا اصول یہ ہے کہ نرمی سہولت آہستگی، دانشمندی اور ایسے اسلوب سے گفتگو کی جائے کہ جس سے مخاطب پر داعی کے خلوص و محبت اور شفقت کا اثر پڑے اور بات مخاطب کے دل میں اتر جائے فرعون جیسے خدائی کے مدعی کافر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھیجے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے۔

"فقولا له قولا لینا۔" (طٰہٰ)

(موسیٰ اور ہارون) اس (فرعون) سے نرم گفتگو کرنا)۔

منافقین نے اسلام کو نقصان پہونچانا چاہا اور جس طرح اسلام کی دعوت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ناکام کرنا چاہا وہ بالکل ظاہر ہے۔ بایں ہمہ آپ کو یہی حکم دیا جاتا ہے:-

"فاعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بلیغا۔"

(تو آپ ان سے درگذر کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے ان کے معاملہ میں ایسی بات کہیئے جو ان کے دل میں اتر جائے)۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ جب اس نرمی اور سہولت اور دل میں گھر کر لینے والی بات کا طریق منافقوں سے برتنے کا حکم ہوتا ہے تو عام نادان مسلمانوں کو سمجھانے اور بتلانے کا کیا طریقہ ہونا چاہیئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دعوت کے اسی اصول کو آیت ذیل میں تفصیل سے ظاہر فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:-

"ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔" (بنی اسرائیل)

(آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دانشمندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دیں اور بحث و مباحثہ کریں تو وہ بھی خوبی سے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی طرف دو صحابیوں کو اسلام کا داعی بنا کر بھیجا تو ان کو چلتے وقت یہ نصیحت فرمائی:-

"یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا۔" (صحیح بخاری)

(تم لوگوں کو آسانی کی راہ بتانا ان کو دقت میں نہ ڈالنا، انھیں خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا)۔

دیکھنے میں تو یہ ارشاد نبوی دو دو لفظ کے فقرے ہیں مگر ان میں طریق تبلیغ کا ایک دفتر بند ہے، داعی اور مبلغ کو چاہیئے کہ جس جماعت کو دعوت دے اسے اس آسان سے آسان طریقے میں دین کو پیش کرے اور شروع میں سختی نہ کرے ان کو خوشخبری اور اعمال کی بشارت اور رحمت و مغفرت الٰہی کی وسعت کا تذکرہ کرے ان کو دین کا حوصلہ دلائے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقائد اور فرائض میں مداہنت کی جائے یہ تو کسی حال میں جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ طریق کار

میں سہولت بھی اور نرمی بھی برتی جائے فرائض کے علاوہ دوسرے اعمال جو فرض کفایہ یا مستحبات ہوں یا جن کے سبب سے دین میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو ان میں زیادہ سخت گیری نہ کی جائے یا جن امور میں فقہاء اور مجتہدین نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں ان میں سے کسی ایک ہی راہ کے قبول کرنے میں شدت نہ کی جائے یا مسائل کے بیان میں جس حد تک اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر رکھی ہے اس میں عزم و تقویٰ کے لئے تنگی نہ کی جائے۔

ان امور کی مثالیں سیرت و سنن نبوی میں بکثرت ملتی ہیں چنانچہ عقائد و فرائض میں مداہنت کرنے کی ممانعت قرآن پاک کی کئی آیتوں میں ہے کفار اسلام کے عقائد میں کچھ نرمی چاہتے ہیں،

"ودوا لو تدھن فیدھنون"

(کفار چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرمی کریں تو وہ بھی نرمی کریں)۔ (قلم)

مگر اس کی اجازت نہیں دی گئی۔

۴۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ میں الاہم فالاہم کی ترتیب مدنظر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع فرمائی تو سب سے پہلا زور صرف توحید اور رسالت پر صرف فرمایا، لا الٰہ الا اللہ یعنی کلمۂ اسلام کی دعوت شروع کی، قریش پوچھتے ہیں کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں فرمایا فقط ایک کلمہ (بات) اگر تم اس کو مان لوگے تو سارا عرب و عجم تمہارا زیر فرمان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رسول کی رسالت حقیقت میں وہ تخم ہے جس کے اندر سے سارے احکام کا برگ و بار نکلتا ہے، سب سے پہلے اسی کی تخم ریزی چاہیے اس کے بعد احکام کا دور آتا ہے۔

قرآن پاک کا طریق نزول خود اس طریق دعوت کی صحیح مثال ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن پاک میں پہلے دلوں کو نرم کرنے والی آیتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے یعنی جن میں ترغیب و ترہیب ہے، پھر جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حلال و [illegible] آیتیں نازل ہوئیں اور اگر [illegible] شراب مت پیو تو کون مانتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے نزول میں بھی یہ تبلیغی ترتیب ملحوظ رہی ہے۔

طائف کا وفد جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے اپنے اسلام کی یہ شرط پیش کی کہ ان سے نماز معاف کر دی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو وہ کس کام کا (لاخیر فی دین لا رکوع فیہ) پھر انھوں نے یہ شرط پیش کی کہ ان سے عشر وصول نہ کیا جائے اور نہ مجاہدین کی فوج میں ان کو بھرتی کیا جائے آپ نے یہ دونوں شرطیں قبول کر لیں اور ارشاد فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو عشر بھی دیں گے اور جہاد میں شریک بھی ہوں گے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ نماز چونکہ فوراً واجب ہوتی ہے اور دن میں پانچ دفعہ واجب ہوتی ہے اسلئے اس میں نرمی نہیں برتی گئی اور جہاد کی شرکت چونکہ فرض کفایہ ہے اور کسی خاص وقت پر فرض ہوتی ہے اور زکوٰۃ و عشر کے وجوب کے لئے چونکہ ایک سال کی مدت کی وسعت بھی اور بعد کو بھی وہ بتاخیر ادا ہو سکتی ہے، اس لئے ان دونوں باتوں میں نرمی ظاہر فرمائی اس کے تبلیغ کے حکیمانہ اصول پر روشنی پڑتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا:۔

"تم ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جہاں اہل کتاب بھی ہیں جب تم وہاں پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جب وہ یہ مان لیں تو انھیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انھیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو دولتمندوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے اور جب وہ اس کو مان لیں تو زکوٰۃ میں چن چن کر ان کے اچھے اچھے مال چھانٹ کر نہ لو اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں"۔

اس حدیث سے بھی دعوت کی حکیمانہ ترتیب کا اظہار ہوتا ہے۔

۵۔ تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بات فرض ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمۂ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے، مکہ معظمہ سے سفر کرکے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبد یالیل رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا۔ حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہونچاتے اور ان کے ترش و تند جوابوں کی پروا نہ فرماتے تھے آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے اسلام و ایمان کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن و امان و اطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر و ایران و حبش کے بادشاہوں اور عمان و بحرین اور حدود شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہونچے اور مختلف صحابہؓ نے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی حضرت مصعبؓ بن عمیر مدینہ منورہ گئے حضرت علیؓ اور معاذ بن جبلؓ نے یمن کا رخ کیا یہی حال ہر دور کے علمائے حق اور ائمہ دین کا رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی و مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہونچے اور حق کا پیغام پہونچائے بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان خاصان حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے، فیض کہاں پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں لاریوں، موٹروں اور سفر کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی۔ معین الدین چشتیؒ سیستان میں پیدا ہوئے چشت واقع افغانستان سے دولت پائی اور راجپوتانہ کے سفرستان میں آکر حق کی روشنی پھیلائی۔ فرید شکر گنج سندھ کے کناروں سے دہلی تک اور دہلی سے پنجاب تک آتے گئے اور ان کے مریدوں در مریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاءؒ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال، ان کے سفر کے مقامات اور ان کے مزارات کی جائے وقوع کو دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں، کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں ہے کوئی بنگال میں ہے کوئی صوبہ جات متحدہ میں ہے۔

۶۔ اسلامی دعوت و تبلیغ کا ایک بڑا اصول نفیر ہے یعنی دین کی طلب اور تبلیغ کے لئے ترک وطن کرکے ایسے مقامات پر جانا جہاں دین حاصل ہو سکے اور پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے وطن میں آکر اپنے قبیلوں اور ہم قوموں کو اس فیض سے مستفید کرنا۔ سورۂ نساء کی حسب ذیل آیت اگرچہ اپنی شان نزول کے لحاظ سے جنگ کے موقع کی ہے مگر الفاظ کے عموم کی بنا پر ہر اس نفیر کو شامل ہے جو کسی کار خیر کے لئے کی جائے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"یا ایھا الذین آمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعًا" (نساء)

(اے ایمان والو! اپنا بچاؤ کر لو اور الگ الگ یا جتھا بنا کر گھروں سے نکلو)۔

ایک دوسری آیت خاص اسی مفہوم کی سورۂ براءۃ میں ہے:۔

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (براءۃ)

(یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سارے مسلمان گھروں سے نکلیں تو کیوں ہر گروہ سے کچھ لوگ اس غرض کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں اور جب وہ اپنے گھر لوٹ کر آئیں تو اپنے لوگوں کو اللہ سے ڈرائیں تاکہ وہ بھی برائیوں سے بچنے لگیں)۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)



# اسلام مرغ بادنما نہیں کہ ہوا کے رخ کے ساتھ بدلتا رہے، بلکہ وہ زمانہ کا محاسب و نگراں ہے

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی چوتھے فقہ اسلامی کانفرنس منعقدہ مکہ مکرمہ میں وفود کی نمائندگی میں تقریر۔ ترجمہ: سید مشتاق علی ندوی

حضرات!

یہ میرے لئے بڑی سعادت اور شرف کی بات ہے کہ ایسی باوقار و سنجیدہ علمی مجلس میں جس کی طرف آنکھیں لگی ہوئی ہیں اور دل مشتاق ہیں جس سے پورے عالم اسلام کے دینی اور علمی حلقوں کی آرزوئیں وابستہ ہیں جو اس کے علمی مباحث اور فقہی مذاکرات کے نتائج کے منتظر ہیں، اس میں مجھے ممبران کی نیابت کرنے کا موقع ملے، میرے لئے مزید باعث عزت و شرف کی بات یہ ہے کہ اسی بلد امین کی سرزمین پر جہاں قرآن کریم نازل ہوا جو اسلامی شریعت کا پہلا منبع ہے اور رہے گا اور اسی سے اس امت میں وہ تمام علوم و فنون وجود میں آئے جن کی بدولت یہ امت تمام قوموں میں ممتاز مقام رکھتی ہے اور جس کا چشمۂ فیض پوری دنیا میں جاری ہے، اور مزید فخر کی بات یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں محمد بن عبد اللہ ہاشمی قریشی پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی یہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے وہ وحی جو لفظ "اقرأ" سے شروع ہوتی ہے اور اس امت کے کتابت و تحریر سے بہت عرصے تک دور رہنے اور اس نبی کو خصوصاً اور عرب کو عموماً "امیت" کے وصف سے متصف کرنے کے بعد اس وحی میں "قلم" کا ذکر کیا جاتا ہے جو بہت معنی خیز ہے اور پھر انسان کی صلاحیت اور جدید اور مزید معلومات کی طرف اس کی ضرورت کے پیش نظر یہ کہا گیا "علم الانسان ما لم یعلم"، تعلیم، قلم اور جدید معلومات کا حصول یہی تین چیزیں علم و فقہ، اجتہاد اور استنباط کی ہر زمانہ میں اور ہر جگہ بنیادی ستون رہی ہیں۔

ایک ایسی اکاڈمی کی نمائندگی کے لئے جس کے اکثر ممبر خالص عرب اور اسلامی علوم میں سند کا درجہ رکھنے والے ہیں ایک ایسے شخص کا انتخاب جس کی ولادت اور تعلیم و تربیت عجم میں ہوئی ہو اس دین اور شریعت کی عالمگیریت اور انسانیت کی کھلی دلیل ہے۔

حضرات! ہم میں سے ہر ایک کا اس پر ایمان ہے کہ یہ دین ہمیشہ کے لئے ہے اور یہ ہر زمانہ، ہر جگہ، ہر ماحول اور سوسائٹی کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ "الیوم اکملت لکم دینکم الخ" اور یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کاروان حیات ہر دم رواں دواں ہے اور ہر وقت اس میں ترقی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ نئے نئے رنگ و روپ اختیار کرتا رہتا ہے اور اسی طرح زمانہ بھی تغیر پذیر ہے اسکو ہر وقت نئی نئی ضرورتوں اور مطالبوں اور نئے نئے مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تو یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ اس متحرک و فعال زندگی اور اس متغیر زمانے کا ساتھ وہی دین دے سکتا ہے جو زندگی اور نشاط سے بھرپور ہو، جو قافلۂ زندگی سے کبھی پیچھے نہ رہے اور نہ کبھی اس کا ساتھ دینے اور اس کی رفاقت سے دست کش ہو اور اس کی زندگی اور نشاط میں ذرہ برابر فرق نہ آئے اور وہ کمال کے اس درجہ پر ہو جس کے بعد کسی دین کا انتظار اور نئی شریعت کی ضرورت باقی نہ رہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اندر لامتناہی اور غیر محدود قوت اور دائمی نشاط رکھتا ہو، نہ وہ بہت سے محرف مذاہب اور نفسانی اور شہوانی فلسفوں کی طرح سیال و رقیق ہو اور نہ بعض دوسرے مذاہب کی طرح چوب خشک ہو جن کو انکے متبعین نے بوسیدہ اور فرسودہ لباسوں اور ویران عمارتوں کی طرح چھوڑ دیا ہے۔

مجھے اس باوقار مجلس میں ایک غلطی اور مفروضہ پر کچھ کہنے کی اجازت دیجئے جس کو ایک ثابت شدہ علمی حقیقت کی طرح مان لیا گیا ہے اور اس میں بحث و جدال کی گنجائش ہی نہیں سمجھی جاتی، وہ یہ کہ زمانہ کو ثبات و قرار اور دوام حاصل نہیں بلکہ وہ نت نئے روپ بدلتا رہتا ہے اور خاص طور پر جدت پسند اور روشن خیالی کے دعویداروں کا خیال ہے کہ زمانہ ایک پارہ کی طرح ہے جو کبھی ٹھہرتا نہیں اور یہ حضرات آسمانی شرائع اور الٰہی قانون کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس متغیر زمانہ کے ساتھ بدلتا رہے اور سایہ کی طرح اس کا ساتھ دے۔

لیکن بات ایسی نہیں زمانہ کے دو عنصر ہیں ایک تغیر اور دوسرا استمرار بلکہ جب بھی ان کے توازن میں فرق پڑے گا تو انسانی سوسائٹی اور تہذیب و تمدن کی خودکشی اور بربادی کے مترادف ہوگا، دنیائے انسانیت کو خطرناک حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی کیمیاوی مرکب میں جتنا تناسب مدنظر رکھا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ زمانہ میں اسکو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بدلتے حالات کا مقابلہ کرنا اور بنیادی اقدار کو محفوظ رکھنا زمانہ کا مزاج ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو زندگی اپنی فطری شاہراہ سے ہٹ جاتی اور یہ اقدار محفوظ نہ رہتیں جن پر انسانی سوسائٹی کی بنیاد ہے اور جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ ہم عام حالات میں زمانہ کی اس کشمکش کو سمجھ ہی نہیں پاتے جس میں زمانہ اپنے صحیح و سلیم اور حقیقی خواص اور اپنی اصل فطرت کی حفاظت کرنے کے سلسلہ میں کوشاں رہتا ہے۔

پھر یہ مطالبہ کہ دین زمانہ کا ساتھ دے وہ زمانہ جس کے بارے میں یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ بدلتا ہی رہتا ہے۔ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں زمانہ کے سلسلہ میں تو پہلے کہا جا چکا اور اب دین کے بارے میں سنئے۔

دین سماوی جس کی بنیاد وحی اور نبوت پر قائم ہوتی ہے اور اس کا مقصد انسانیت کو سعادت و فلاح سے ہمکنار کرنا اور اس کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لینا ہوتا ہے تو وہ ہر تبدیلی کو کیسے قبول کر سکتا ہے اور اس لئے بھی کہ دین کوئی تھرمامیٹر تو ہے نہیں جس کا کام صرف درجہ حرارت کو بتانا ہو اور نہ وہ مرغ بادنما ہے کہ ہوا کے رخ کا پتہ دیتا رہے بلکہ وہ مناسب و بہتر تبدیلی اور غیر مناسب اور خراب تبدیلی میں امتیاز و فرق کرتا ہے وہ بتاتا ہے کہ کون سا جذبہ تعمیر و ترقی کا باعث ہے اور کون سا تخریب و زوال کا سبب، دین جہاں ایک طرف متحرک زندگی کے شانہ بشانہ ملاکر چلتا ہے وہیں وہ محافظ و نگراں کا کام بھی کرتا ہے اور نظم و ضبط اور رہبری و ہمدردی اور خیر خواہی کی ذمہ داری بھی سنبھالتا ہے اور کسی خیر خواہ اور مربی کے لئے یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں کہ جو اس کی رہبری اور ماتحتی میں ہے اس کے مفید و مضر ہر قسم کے عمل کو سراہے اور اس کے ہر قسم کے جذبات و احساسات کی تائید کرتا رہے۔ دین کوئی مہر نہیں کہ جس چیک اور جس عہد نامہ پر چاہیے لگا دیجئے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ پہلے چیک وغیرہ کے بارے میں تفتیش کرے گا اور پھر صحیح و غلط میں تمیز کرنے کے بعد اپنا حکم صادر کرے گا اور پھر اپنی مہر اس پر ثبت کرے گا۔ یہی فرق ہے دین اور علم اخلاق و علم نفس کے درمیان کہ دین اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے کہ غلطی کو متعین کرکے اس کو دور کرے جب کہ علم الاخلاق اور علم النفس صرف غلطی کی طرف اشارہ کر دینا کافی سمجھتے ہیں اس دین اور اسلامی قانون نے دو چیزوں کے ذریعہ زندگی کا ساتھ ہی نہیں دیا بلکہ اس کی قیادت کی اور جس انسانی سماج نے اس کی رہنمائی قبول کی اس کی تمام ضروریات کو بہتر اور کامیاب طریقہ سے پورا کیا۔ پہلی چیز ثابت شدہ اصول و قوانین یعنی منصوصات۔ دوسری چیز اجماع و قیاس اور یہ دونوں چیزیں بھی قرآن و حدیث ہی سے مستنبط ہیں ان دونوں کے بارے میں کتاب و سنت میں واضح اشارے موجود ہیں۔ اور یہ کام اس دین کے فقہاء، علماء اور خلفاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تندہی اور ان کی قوت عمل کا نتیجہ ہے۔

پہلی صدی ہجری میں جب اسلامی مملکت کا رقبہ وسیع ہوا، اسلامی معاشرہ کے اندر انقلاب آیا، تہذیب و تمدن کی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں اور زندگی بہت سے شعبوں میں

بٹ گئی تو ان حالات نے مجبور کیا کہ نئے مسائل کا استنباط کیا جائے اور جزئیات کے متعلق مسائل کو مرتب کر دیا جائے۔

چونکہ اجتماعی زندگی بہت پھیل چکی تھی اور تجارت وحکومت کا نظام بھی بہت وسیع ہو چکا تھا اس لئے اسلامی اصول کو ان مسائل اور حالات پر منطبق کرنے اور تمدنی زندگی کو روح اسلام اور اس کی بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے فائق ذہانت، عمیق فہم، انتہائی جدوجہد، دیدہ ریزی اور مکمل طور پر اس میں لگنے اور عہدوں اور زندگی کے عیش وتنعم سے دوری اور استغنا کی ضرورت تھی۔ پہلی صدی ہجری کے ائمہ، فقہاء محدثین، قضاۃ اور قانون سازوں کے اندر یہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں اور ان میں بھی سر فہرست ائمہ اربعہ اور ان کے لائق تلامذہ ہیں جنھوں نے اپنی زندگی اور اپنی تمام صلاحیتوں کو اس فقہی اور قانونی میراث کے بنانے میں صرف کر دیا۔ آج دنیا کا کوئی فقہی ذخیرہ اس کی ہمسری نہیں کر سکتا ان میں سے ہر ایک نے اتنا علمی کام کیا اور ایسا فقہی سرمایہ چھوڑا جو اس زمانہ میں پوری پوری اکاڈمیاں کرتی ہیں۔

یہ علمی فقہی کام زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ شہروں کے اختلاف اپنی قیمت وثبات اور اصل ونقل میں تفاوت اور سیاسی حوادث اور اسلامی فکر کی کمی وزیادتی کے باوجود برابر ہوتا رہا یہاں تک کہ آٹھویں صدی ہجری میں شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اس کام کو سنبھالا اور بعد میں ان کے عبقری شاگردوں کے حصہ میں یہ کام آیا پھر حکیم الاسلام امام ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم الدہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کا دور آیا جن کے بارے میں کئی مشہور کتابوں کے مصنف علامہ الہند سید صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ اگر وہ پہلی صدی میں ہوتے تو ان کا شمار مجتہدین میں ہوتا۔

ان مجتہدوں اور ماہر فقہاء امت کی کوششوں کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ امت عملی زندگی میں متحد ہو گئی اور یہ اتحاد دینی فکری وحدت کا اہم سبب ہے اور اسی وجہ سے یہ امت اس اجتماعی اور قانونی انارکی سے محفوظ ہو گئی جس کا شکار دوسری قومیں اور مذاہب اپنے ابتدائی عہد میں ہوئے اور پھر وہ ان کو لادینیت کی طرف لے گئی، انھوں نے ایسے قوانین کو اختیار کیا جو دین سے برگشتگی پر مبنی تھے۔ جس کے نتیجہ میں دین وسیاست کی جدائی کا قانون اختیار کرنا پڑا جو الحاد کی خشت اول ہے۔

ضروری ہے کہ یہ علمی اور فقہی کوشش برابر جاری رہے اور تلخ تجربوں، زمانے کے مزاج اور آزادی کی طرف عمومی میلان کے پیش نظر دانشمندی اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ یہ اجتہاد، ———— اور کسی نتیجہ پر پہونچکر اس کا اعلان اجتماعی طریقہ پر ہو نہ کہ شخصی۔

اور یہ کام ماہرین فقہ، دینی رسوخ، روح اسلام کی عمیق فہم اور اسلامی شریعت کے مقاصد پر نظر رکھنے والوں اور حمیت اسلامی کے حامل افراد کے زیر نگرانی ہو۔ تاکہ معاشرہ میں انارکی نہ پھیلنے پائے، اور اختلاف رائے کی کثرت نہ ہو، ورنہ مسلمان ان علمی فقہی نتائج فتاویٰ کو بے وقعت سمجھنے لگیں گے۔

اس مہتم بالشان کام کی سلامتی کی طرف سے اطمینان اس لئے ہوتا ہے کہ یہ فقہی اکاڈمی مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر نگرانی ہے جس میں علماء اور مفکرین اسلام کی بڑی نمائندگی ہے اور اس پر مملکہ عربیہ سعودیہ کی توجہ ہے جو تمام اسلامی ملکوں میں اسلامی شریعت کو نافذ کرنے کی داعی ہے اور اسے یہ فخر حاصل ہے کہ وہ بڑی حد تک کتاب وسنت پر عامل ہے۔

میں دوبارہ پھر شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس موقر مجمع میں اس اہم ونازک موضوع پر اکاڈمی نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا۔

---

بقیہ صفہ ۹: اسلامی صحافت

اشتہاروں کی تقسیم جگہ موقع اور اخبار کی اہمیت کے پیش نظر کی جائے تاکہ اخبارات جلد سے جلد خود کفیل اور اپنے قدموں پر کھڑے ہو جائیں۔

۳۔ حکومتوں کی طرف سے براہ راست اخباروں کو خرید کر زیادہ سے زیادہ علاقوں میں پھیلانے کا انتظام کیا جائے۔

۴۔ ماہرین کی ایک ٹیم ہو جو اخباروں کو حالات کے اعتبار سے جدید اور موثر بنانے میں مدد کرے۔

۵۔ ایک اسلامی نیوز ایجنسی کا قیام جو ان تمام اخبارات کو بروقت صحیح خبریں سپلائی کرے اور دنیا کی دوسری نیوز ایجنسیوں کی طرح فعال ہو۔

۶۔ جرنلزم کے تربیتی کیمپوں کا انعقاد جو ہر ملک میں براہ راست صحیح الفکر صحافیوں کی تربیت اور ان کی کارکردگی میں اضافہ کا انتظام کرے۔

۷۔ صحافیوں کی سالانہ کانفرنسوں کا اہتمام بھی ضروری ہے تاکہ پیچیدہ مقامی اور بین الاقوامی حالات کو سمجھنے میں مدد ملے۔

اس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ عالمی سطح پر اسلامی صحافت صحیح اور موثر رول ادا کرنے کی پوزیشن میں ہو جائے اور صحافت کے ہر محاذ پر مغربی صحافت سے جو پسپائی ہو رہی ہے وہ رک جائے بلکہ اس کو شکست فاش دی جاسکے۔


سوداگر مکسچر کے اسپشلسٹ

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co.

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS

| | |
|---|---|
| اسپشل مکسچر | کپ برانڈ |
| اسپشل ممری | گولڈن ڈسٹ |
| ہوٹل مکسچر | فلاور بی، او، پی |
| سوداگر مکسچر | سوپر ڈسٹ |

44, Naji Building, S. V. Patel Road,
Null Bazar, BOMBAY, 3.
Tele: Add. CUPKETTLE
Phone: SHOP: 862220
RESI: 378854

۴۴ - حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳




# اسلامی صحافت اور جدید دور کے تقاضے

(ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی)

خودکار اور جدید ترین مشینوں کی ایجاد اور خبروں کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بھیجنے کی نئی نئی سہولتوں نے گذشتہ ایک صدی میں صحافت کے دائرۂ کار کو اتنا وسیع کر دیا ہے جس کا سو برس پہلے تصور بھی مشکل تھا۔

کوئی متمدن شہر اور کوئی حساس علاقہ ایسا نہیں ہے جو اس سے مستغنی ہو اور کوئی حکومت ایسی نہیں ہے جو اس کے دست برد سے آزاد ہو۔ ہزاروں، لاکھوں صحافیوں کی شب وروز کی سرگرمیوں کا احاطہ کرنا آسان نہیں ہے۔

دنیا میں جنگ کا محاذ تو کہیں کہیں اور کبھی کبھی گرم ہوتا ہے لیکن صحافت کا میدان کارزار ہر وقت گرم رہتا ہے۔

پریس کی قوت وطاقت ملک کی حربی قوت سے بھی زیادہ موثر ہے اگر اُسے جدید ترین ٹیکنک اور ذہین ترین صحافیوں کی خدمات حاصل ہوں تو وہ ملک خواہ کتنا ہی مختصر ہو دوسرے ملکوں پر فرمانروائی کر سکتا ہے۔ اس کے چشم وابرو کے اشاروں پر انقلاب در انقلاب کی لہریں اٹھ سکتی ہیں۔ بڑی سے بڑی شخصیت بے آبرو ہو سکتی ہے اور بڑے سے بڑا حکمراں حکومت اور تخت و تاج سے محروم ہو سکتا ہے۔ صحافیوں کے رشحات قلم جو کمروں کی تنہائیوں میں لکھے جاتے ہیں توپوں کے دہانے موڑ سکتے ہیں۔ قوموں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر سکتے ہیں ان کی خود اعتمادی ختم کر سکتے ہیں اور بڑی سے بڑی آبادی کو آگ اور خون میں نہلا سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے صحافیوں کی اکثریت محض پیشہ ورانہ ذہن رکھتی ہے وہ کسی اصول اور کسی بڑے مقصد کے وفادار نہیں ہوتے۔ ان کا قلم کبھی سربراہوں کا تابعدار ہوتا ہے کبھی اپنے مالکوں اور کبھی کسی طاقتور حکمراں کا۔

نظریاتی دعوتی اور فکری ذہن رکھنے والے صحافیوں کی تعداد محدود ہے۔ خصوصیت سے صحیح اسلامی فکر اور دعوتی ذہن رکھنے والوں کی بہت کمی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا دائرہ اثر بھی بیحد محدود ہے۔

وہ اخبارات جو مسلمانوں کے براہ راست کنٹرول میں ہیں ان پر بھی زیادہ تر ترقی پسند طبقہ چھایا ہوا ہے جس کی اسلام سے وابستگی اور وفاداری مشکوک ہے۔ وہ دراصل مغربیت اور تمام غیر اسلامی چیزوں کا وکیل ہے۔ ان میں اکثر اخبار اور رسالوں نے مسلم آبادیوں اور پورے پورے خاندانوں پر شب خون مارا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نئی نسل ایک ایسی راہ پر پڑ گئی ہے جہاں سے اس کی اسلام کی طرف واپسی آسان نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں یہ حقیقت بھی ہے کہ دنیا کے تقریباً تمام بڑے اخباروں اور رسالوں پر جو کروڑوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں اور جو اپنے گٹ اپ اور مضامین معلومات، نفسانیت اور عریانیت کا بہترین مظہر اور ترجمان ہیں ان پر یہودیوں کا کنٹرول ہے۔ ترکی سے لے کر یورپ، امریکہ ہر جگہ انھیں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ عالم اسلام میں بھی ان اخباروں کو زیادہ شرف قبولیت حاصل ہے اور ہر ڈرائنگ روم کی وہ زینت ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مغربی صحافت دنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ تیز رفتار اور سب سے زیادہ چابکدست ہے۔

عالم اسلام جو ۴۶ ملکوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ کروڑوں کی مسلم آبادی دوسرے ملکوں میں پھیلی ہے اور بحیثیت مجموعی اسکی تعداد ایک ارب ہے۔ اپنے سارے وسائل اور تاریخی وجغرافیائی اہمیت کے باوجود صحافت کے میدان میں دوسرے سے بہت کم ہے۔

پورے عالم اسلام میں انگریزی میں چھپنے والے اخباروں کی اشاعت اتنی بھی نہیں ہے جو صرف دہلی سے شائع ہونے ہیں۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں سے شائع ہونے والے مختلف زبانوں کے اخباروں اور رسالوں کے سرسری جائزہ سے اس کا اندازہ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

ہندوستانی پریس کی ۱۹ ویں رپورٹ کے مطابق اخباروں اور رسالوں کی تعداد صوبہ وار یہ ہے۔

بہار ۲۹۰، مغربی بنگال ۱۴۹۴، دہلی ۱۷۸۳، مہاراشٹر ۲۱۹۷، گجرات ۶۳۱، تامل ناڈو ۱۰۱۸، آندھرا پردیش ۸۰۹، یوپی ۱۸۰۸۔

دہلی سے نکلنے والے اخباروں اور رسالوں کی تعداد اور ان کی اشاعت سے ہندوستان کے باقی ۲۹ صوبوں کا کم وبیش اندازہ ہو جائے گا۔

روزنامہ۔ انگریزی ۱۵۔ ہندی ۲۔ پنجابی ۴۔ اردو ۷
ہفتہ وار۔ انگریزی ۷۵۔ ہندی ۸۰۔ پنجابی ۴۰۔ اردو ۴۲
پندرہ روزہ۔ ″ ۶۳۔ ″ ۳۴۔ اردو ۲۲
ماہوار۔ ″ ۳۱۱۔ ″ ۲۱۱۔ ″ ۴۳

اردو کے روزنامے جو مسلمانوں کے کنٹرول میں ہیں ان کی تعداد اشاعت ایک لاکھ سے زیادہ نہیں ہے اور وہ اخبار جو اسلامی فکر رکھتے ہیں ان کی اشاعت ۵۰ ہزار سے بھی کم ہے۔

اس کے مقابلہ میں جاپان کے صرف ایک شہر ٹوکیو میں ایک اخبار ۵۰ لاکھ روز شائع ہوتا ہے اسی طرح انگلینڈ میں کئی انگریزی کے روزنامے کئی کئی ایڈیشن ۲۵، ۳۰ لاکھ روزانہ شائع ہوتے ہیں۔

امریکہ کے انگریزی روزناموں کی تعداد بھی اسی طرح ہے جو بعض وقت باریک ٹائپ کے ۲۰، ۲۲ صفحوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ انگریزی ہفتہ وار کے صرف ایک پرچہ کی اشاعت تین کروڑ ہے۔ جس کی تیز رفتار چھپائی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ تین گھنٹہ میں ڈھائی لاکھ چھپ کر پیک ہو جاتا ہے۔

باقی لاتعداد اخباروں اور رسالوں کا احاطہ اس مختصر مضمون میں دشوار ہے۔

عربی صحافت میں سب سے زیادہ مصر ممتاز ہے اسی طرح کویت سے نکلنے والا ماہنامہ "العربی" اپنا امتیاز رکھتا ہے۔ سعودی عربیہ اور خلیج سے نکلنے والے اخبار اپنی خوبصورتی میں امتیاز کے باوجود بیحد محدود ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے اخباروں میں ۶۰ فیصدی اشتہار ہوتے ہیں اور تجارتی کمپنیاں اپنی آمدنی کا ۱۰۔۱۲ فیصد اشتہار پر ضرور خرچ کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کروڑوں کے اخراجات کے باوجود مالکان کو غیر معمولی نفع ہوتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحافت اپنے ملک میں اپنے بل بوتے پر اپنی ایک امپائر بنا لیتی ہے جس کے سب محتاج ہوتے ہیں اور بعض وقت اس امپائر کی سرحدیں اس مملکت سے بھی زیادہ وسیع ہوتی ہیں۔

جدید دور میں جب کہ لندن ٹائمس جیسے اخبار کی سو سو برس کی فائلوں کو مائیکرو فلموں کی شکل میں محفوظ کر لیا گیا ہے اور نئے اور جدید طریقے پر لاکھوں کتابوں کو ایک چھوٹے سے بکس میں محفوظ کر لیا گیا ہے اور جس وقت چاہے چند لمحوں میں ان کا مطالعہ ممکن ہو گیا ہے لیکن اسلامی صحافت ابھی بہت ابتدائی مرحلہ میں ہے اسکی اشاعت بیحد محدود ہے دنیا جو ہر قسم کے بحران سے گزر رہی ہے اور اس کے اثرات ونتائج خود مسلمانوں اور مسلمان ملکوں پر بھی مرتب ہو رہے ہیں وہ اتنی بڑی قوت وطاقت سے محروم ہیں۔

جو رقم آرائش، محلوں کی تعمیر اور حربی قوت پر خرچ ہو رہی ہے اگر اس کا ۵ فیصد بھی صحافت کی ترقی اسکی اشاعت اور استحکام پر منظم طریقہ پر خرچ ہو تو اسلامی صحافت دنیا کے تمام مسائل میں فیصلہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک بین الاقوامی فنڈ کا قیام عمل میں آئے جہاں سے بغیر سودی رقم کے مشینوں اور دوسری ضرورتوں کے لئے قرض لیا جاسکے۔

۲۔ بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں اور حکومتوں کی طرف سے شائع ہونے والے

(بقیہ صفہ پر)

# ماہ شعبان سے رمضان المبارک کا اہتمام

مولانا محمد زکریا ندوی، استاد فقہ و حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شعبان کا چاند نظر آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد کا انتظار اور اس کا اہتمام شروع فرما دیتے تھے اور جس طرح فرض نماز سے پہلے نوافل اور سنتیں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح رمضان کے فرض روزوں سے پہلے آپ شعبان میں پورے اہتمام سے نفل روزے رکھتے تھے۔ اکثر و بیشتر آپ مہینہ کے اکثر حصہ میں بلکہ پورے مہینہ میں روزے رکھتے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے شعبان کے روزوں کا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:۔ ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا رمضان و شعبان۔ یعنی آپ رمضان اور شعبان کے علاوہ دیگر مہینوں میں بھی روزے رکھتے تھے لیکن پورے مہینے کے روزے صرف رمضان اور شعبان ہی میں رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ آپ کے انھیں ایام کے روزوں کا تذکرہ اس طرح فرماتی ہیں، ما رأیتہ فی شہر اکثر منہ صیاما فی شعبان، یعنی رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں سب سے زیادہ روزے آپ شعبان میں رکھتے تھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ شعبان کے مہینہ کے اکثر ایام میں روزے رکھتے تھے جسے حضرت ام سلمہ رضؓ نے پورے مہینہ اور حضرت عائشہ رضؓ نے مہینہ کے اکثر ایام سے تعبیر فرمایا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے کسی سال پورے شعبان اور کسی سال شعبان کے اکثر ایام روزے رکھے ہوں۔ بہر حال دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا معمول شعبان میں کثرت سے روزے رکھنے کا تھا۔ اور آپ نے اس معمول کی وجہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس مہینہ میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں (غالباً اس سے سال بھر کے اعمال کی پیشی مراد ہوگی)، میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جائیں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ آپ کے اس معمول کی یہ وجہ بیان فرماتی ہیں کہ ہر سال شعبان کے مہینہ میں آئندہ سال کے مرنے والوں کی فہرست موت کے فرشتہ کے حوالہ کردی جاتی ہے۔ آپ کا یہ معمول اس وجہ سے بھی تھا کہ جب آپ کے متعلق ملک الموت کو حکم دیا جائے تو آپ روزے رکھے ہوئے ہوں۔ جیسا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان روزوں کی حیثیت اُن سنن و نوافل کی ہے جو نماز سے پہلے اور بعد میں پڑھی جاتی ہیں اور غالباً اسی مناسبت سے آپ نے شوال کے چھ روزوں کی بھی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عام لوگوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ قوت و طاقت عطا فرمائی تھی اس لئے ماہ شعبان میں آپ کا اپنا معمول تو یہ تھا لیکن امت کے لئے آپ کی تعلیم اور آپ کا حکم یہ تھا کہ نصف شعبان کے بعد نفل روزے نہ رکھے جائیں کہ کہیں ان کی وجہ سے زیادہ ضعف نہ پیدا ہو جائے جس سے رمضان کے روزے اور رمضان کی دیگر عبادات تلاوت قرآن و تراویح اور تہجد وغیرہ میں خلل واقع نہ ہو۔

جیسے کہ صوم وصال کے بارے میں آپ کا معمول یہ تھا کہ مسلسل کئی کئی دن بلا افطار یا بہت معمولی افطار کے ساتھ مسلسل روزے رکھتے تھے لیکن جب صحابہ کرام نے اس کی اجازت چاہی تو آپ نے منع فرما دیا اور فرمایا ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی۔ مطلب یہ تھا کہ تم لوگ میری طرح صوم وصال یعنی مسلسل روزے نہیں رکھ سکتے کیونکہ اللہ نے مجھے ایسی طاقت و قوت عطا فرمائی ہے جو مجھے کھانے پینے سے بے نیاز رکھتی ہے، جس کی وجہ سے میں بلا کسی مشقت کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہوں لیکن تمہارے لئے اس میں زحمت اور مشقت ہے۔ اسی طرح آپ نے اپنے لئے تو وہ معمول مقرر فرمایا جس کا ذکر اوپر گزر چکا لیکن امت کے لئے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کو غیر مستحسن قرار دیا کہ امت کے لئے اسی میں خیر اور ان کے لئے اسی میں راحت و رحمت ہے پورے یا اکثر شعبان کے روزوں کے علاوہ پندرہویں شعبان کے روزے اور شعبان کی پندرہویں شب میں نماز و استغفار اور دعا و مناجات کا حکم بھی بعض روایات میں وارد ہوا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنے بندوں پر خاص توجہ فرماتے ہیں اور جو بھی مغفرت اور رحم و کرم کا طالب ہوتا ہے اس کے دعا و استغفار قبول فرماتے ہیں۔ اس سے زیادہ واضح روایت حضرت علی رضؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پندرہویں شعبان کا روزہ رکھو اور پندرہویں شب میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر نماز پڑھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور پھر اعلان فرماتا ہے کہ کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں، کوئی طالب رزق ہے کہ میں اس کو رزق عطا فرماؤں، کوئی مصیبت زدہ مجھ سے عافیت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے عافیت سے نوازوں۔ اس کے علاوہ اسی طرح کے اور اعلانات بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کئے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ طلوع فجر تک رہتا ہے، یہ دونوں روایتیں محدثین کے نزدیک سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہیں خصوصاً پندرہویں شعبان کے روزے کی حضرت علی رضؓ کی حدیث لیکن عرصۂ دراز سے اس دن کے روزے اور اس رات کی عبادت کا اہتمام اور رواج دیندار حلقوں میں رہا ہے اس لئے ابن صلاح وغیرہ بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ یہ روایتیں بے اصل نہیں ہیں۔

اس رات کے قیام اور عبادت و مناجات کے فضائل ابو طالب مکی نے اپنی کتاب قوت القلوب میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور شیخ عبد القادر جیلانی نے غنیۃ میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

شعبان کے آخری دنوں میں آپ کا معمول یہ بھی تھا کہ آپ صحابہ کرام کو آنے والے مہینہ رمضان المبارک کے متعلق ہدایات دیتے تھے اس کے روزوں اس کی راتوں کی عبادت کی ترغیب دیتے اور اس میں اللہ کی رحمتوں و برکتوں کے نزول کا تذکرہ فرماتے تھے۔

مجلس ادارت
نگران اعلیٰ
مولانا ابو العرفان ندوی
نذیر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی
پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات، شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔



# افغان مجاہدین کے حوصلے بلند ہیں

محمد حکیم

افغانستان کے ممتاز ترجمان گلبدین حکمت یار نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مجاہدین خالص اسلامی حکومت اور معاشرے کے قیام کے لئے لڑ رہے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ دوسرے ان کا فیصلہ کریں مگر جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ کیا روسیوں کو افغانستان سے نکال دیں گے تو انھوں نے کہا کہ ہم انھیں نکال نہیں سکتے ہیں مگر دفن کر سکتے ہیں۔ یہ ہیں وہ جذبات جس کا اظہار افغان کے ممتاز مجاہد نے کیا اور جب ان سے جنگ کی دوسری تفصیلات معلوم کی گئیں تو انھوں نے کہا ہم ایک طویل جنگ کے لئے تیار ہیں اور اس کا اندازہ مجاہدین کے حوصلوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ روسی خود گومگو کے عالم میں مبتلا ہیں اور انھیں بھاری نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے ان کا بہت سا اسلحہ ضائع ہو چکا ہے اور بھاری قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے اب تک وہ افغانستان میں ۳۰ ہزار فوج سے ہاتھ دھو چکے ہیں اور تین ہزار کے قریب بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک ضائع ہو چکے ہیں اور کئی ارب ڈالر خرچ کر چکے ہیں ہم نے روسی اسلحہ سے ایک لاکھ مجاہدین کو مسلح کیا ہے اتنی بڑی قیمت ادا کر کے بھی افغانستان روسیوں کے لئے دوزخ بنا ہوا ہے۔ انھوں نے افغانستان کے مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا کہ روسیوں کو ان ہی راستوں سے واپس جانا ہے جن راستوں سے وہ آئے تھے۔ اسی طرح افغان مجاہدین کے دوسرے ممتاز لیڈر عبد الرسول سیاف نے دعویٰ کیا ہے کہ افغانستان میں روسی سپاہی مجاہدین کا سامنا کتراتے ہیں اور جنگ سے بچنے کے لئے جرائم کرتے ہیں اور جان بوجھ کر حلیوں میں جاتے ہیں۔ انھوں نے ان کی ایک بڑی تعداد بتائی، نیز انھوں نے ظاہر شاہ کی واپسی کو بھی مسترد کر دیا اور کہا کہ ظاہر شاہ ہی وہ شخص ہیں جس نے کمیونسٹوں کے لئے دروازہ کھولا ہے جب ان سے کہا گیا کہ ظاہر شاہ توبہ کر سکتے ہیں اور افغانستان سے روسیوں کی واپسی میں مدد دے سکتے ہیں اس پر پروفیسر سیاف نے کہا کہ میرے خیال میں یہ پانچ لاکھ سے زیادہ افغانی شہداء کی قربانیوں کے ساتھ ناانصافی ہے جنھوں نے اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دی ہے۔

اب ذرا مجاہدین کی قوت و ہمت کو بھی دیکھئے کہ انھوں نے اپنے عزائم کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں۔ اخبارات کی رپورٹوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ موسم کی بہتری کے ساتھ ہی مجاہدین کی سرگرمیوں میں شدت آگئی ہے اور تقریباً ۱۵ ہزار مسلح اور جدید ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے منظم انداز میں کابل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے اور اس کا اعتراف ریڈیو کابل نے بھی ان الفاظ سے کیا ہے کہ باغی اور شرپسند بڑی تعداد میں کابل کے قریب تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور اس نے اپنے حملوں کا نشانہ غزنی، قندھار اور ہرات کو بنایا ہے اور رپورٹوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ افغان فوج کے کئی دستے جنگ میں روسیوں سے علیٰحدہ ہو کر اب مجاہدین کے ہمراہ صف آرا ہیں یہ دستے اپنے ہمراہ راکٹ لانچر اور ٹینک شکن میزائل بھی لے آئے ہیں اور روسیوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دینے کے لئے روس نے ۲۰ ہزار سے زائد تازہ دم فوج کابل اور جنوبی علاقوں کے لئے روانہ کر دی ہے اور قلعہ ماندی ایک ڈویژن فوج کو واپس بلا لیا ہے نیز روس نے فضائیہ کے لئے بھی مزید کمک بھیجی ہے۔

یہ صورت حال تو میدان جنگ کی تھی اب ذرا سیاسی میدان میں آئیے اور دیکھئے کہ مسئلہ افغانستان بیرون ملک میں کس طرح زندہ ہے اور وہاں کے سربراہوں کے کیا خیالات ہیں رومانیہ کے ناظم مسٹر مسترو مشتا سانے افغانستان کے مسئلہ کے حل پر زور دیتے ہوئے کہا کہ روسی فوجیں فوراً واپس چلی جائیں اور مسئلہ کو حل کرنے کے لئے تینوں فریق سر جوڑ کر بیٹھیں انھوں نے یہ باتیں رومانیہ کی کمیونسٹ کی سولہویں یوم تاسیس کے سلسلہ میں اخباری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ رومانیہ یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے ملک کے علاقہ میں غیر ملکی فوجوں کی موجودگی دونوں ملکوں کے دشمنی اور تعلقات میں کشیدگی کا مستقل سبب بنی ہوئی ہے اور افغانستان کے لوگوں کو بیرونی مداخلت کے بغیر اپنے داخلی امور کو خود طے کرنے کا موقع دیا جائے، روسی فوجوں کی واپسی ۲۰ لاکھ سے زائد افغان مہاجرین کی عزت و سلامتی سے وطن واپسی، افغانستان کی آزادی خود مختاری، علاقائی سالمیت اور غیر جانبدارانہ حیثیت کا پورا احترام مداخلت در خنہ اندازی سے اجتناب جیسے اصولوں پر سختی سے پابندی کرنے کی بات متعدد سربراہان مملکت کر چکے ہیں جس سے یہ بات واضح طور پر متعین ہو جاتی ہے کہ مسئلہ افغانستان زندہ ہے اور مجاہدین کے عزائم بلند ہیں اور وہ بیرونی قبضہ کو ہٹانے کے لئے کمربستہ ہیں نیز دنیا افغانوں کے مسئلہ سے آنکھیں بند نہیں کئے ہوئے ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ روس جہاں بھی گیا وہاں سے اس کی واپسی نہیں ہو سکی۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ افغانوں نے آج تک کسی کی ماتحتی قبول نہیں کی، اور ان کے اسی کے عدیم المثال جرأت، مجاہدانہ کارروائیوں، سرفروشانہ پیشقدمیوں کا زندہ جاوید ثبوت افغانوں کی تاریخ اور موجودہ عدیم المثال مزاحمت ہے۔ کسی ملک پر قبضہ کرنے کے لئے جذبات دوسرے ہوتے ہیں مگر اس ملک پر قبضہ کو برقرار رکھنے کے لئے جذبات بدل جاتے ہیں میدان بھی بدل جاتا ہے اور افراد بھی بدل جاتے ہیں اور بلکہ ساز و سامان اور اسباب بھی بدل جاتے ہیں آج کل کے جدید اسلحہ سے ملکوں کو زیر تو کیا جا سکتا ہے مگر ان کی طاقت: جذبۂ خود داری اور بلند ہمتی اور فنافی الدین کو نہیں ختم کیا جا سکتا ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے افغانیوں کو ہر جارح کے خلاف کامیاب کیا اور اسی جذبہ سے انھوں نے فتح و کامرانی حاصل کی ہے اور جب تک یہ جذبہ رہے گا اس وقت تک کوئی بھی طاقت ان کو مستقل زیر نہیں کر سکتی ہے اور ہر ابتلاء و آزمائش نے ان کو کندن بنایا ہے اور ان کی طاقت و قوت کو جلا بخشی ہے اور ایک نئی توانائی دی ہے۔

## بقیہ صفحہ ۳: اداریہ

کے کتنے شاہد عدل ہیں کہ ان کی ترتیب میں کوئی "تحفظ" نہیں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مگر افسوس کہ ندوہ کی اس صفت کو۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی توفیق ارزانی کا نتیجہ ہے بعض حلقوں میں محسوس نہیں کیا گیا یہ تو بڑی بات ہے کہ اس کی قدر دانی کی جاتی، رہا یہ کہ اس کو قابل تقلید نمونہ سمجھا تا یہ تو اور بھی دور کی بات ہے کیونکہ اس کے لئے قلب و ضمیر کی وہ زندگی درکار ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ ہم مسلمانوں کو نصیب ہو۔ کم از کم درجہ یہ تھا کہ طنز و تعریض کی خشت باری نہ کی جاتی۔ جلی کٹی نہ سنائی جاتی۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی اس میں بھی مصلحت خیر ہے کہ اس ادارہ کے ذمہ داروں اور خدام کو صبر کی تربیت دی جائے، وہ صبر جو سراسر اختیاری ہے، ان لوگوں کا صبر جو سنے میں زبان رکھتے ہیں۔

ع - ع - ندوی

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء، عالم اسلام کا ایک بڑا علمی و دینی مرکز ہے جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں بفضلہ تعالیٰ اہم دینی و علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک، افریقہ، ملیشیا، تھائی لینڈ، یوگنڈہ، عمان، انڈونیشیا، تبت وغیرہ کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی خوبصورت و عالیشان مسجد ابھی چند سال قبل توسیع کے مرحلہ سے گذر چکی ہے، جس میں اہل خیر حضرات نے دل کھول کر حصہ لیا تھا لیکن چند ہی برسوں میں طلبہ کی تعداد بڑھ جانے نیز جمعہ و عیدین میں قرب و جوار کے نمازیوں کی آمد کے سبب مسجد پھر بہت تنگ ہونے لگی، اکثر شامیانہ لگانا پڑتا ہے، باہر سے آئے ہوئے معزز مہمانوں نے بھی اس تنگی کو محسوس کر کے توسیع کی طرف متوجہ کیا مگر اس ہوش ربا گرانی کے زمانہ میں اتنے بڑے کام کا شروع کرنا آسان نہ تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے بھروسہ پر بروز جمعہ ۴ رجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۸۱ء بوقت اشراق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کے ہاتھوں اس مبارک کام کا آغاز کر دیا گیا، اللہ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ اپنے گھر کی توسیع کے مراحل آسان فرمائے گا، موجودہ گرانی کے دور میں یقیناً یہ ایک اہم اور بڑا کام ہے، جس کے مصارف کا تخمینہ پانچ لاکھ سے کچھ زائد ہے۔

زیر تعمیر اضافہ انشاء اللہ تین منزلہ ہوگا اور مسجد کے مسقف حصہ کے بقدر انشاء اللہ توسیع ہو کر نمازیوں کے لئے دوگنی گنجائش نکل آئے گی۔

دار العلوم کی مسجد کی تعمیر عام مسلمانوں کے تعاون سے ہی ہوئی تھی جس میں خواتین نے بھی ہمت اور حوصلہ سے حصہ لیا تھا، امید ہے کہ اہل خیر حضرات اس مبارک کام میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لیں گے۔

"مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"

ترجمہ: جس نے اللہ (کی عبادت) کے لیے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(جناب) مصباح الدین صاحب
معتمد مال

(مولانا) معین اللہ صاحب ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء

(مولانا) محب اللہ صاحب ندوی
مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء

نوٹ: منی آرڈر، چک اور ڈرافٹ بھیجنے کا پتہ: ناظم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ، لکھنؤ

## بقیہ صفحہ ۴

لطیف تدبیر الٰہی تھی، جو ان دونوں (پچاس اور پانچ) کو جمع کرنے کا ایک نہایت لطیف طریقہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پچاس کو قبول کر لینا اعلیٰ درجہ کے انقیاد کے علاوہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کے نزدیک اس منصب عبودیت کے لحاظ سے یہ مقدار کچھ بڑی نہ تھی اور یہ حقیقت ہے۔

(مرتب)

تنہا مسلم کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ آتے ہیں:

قال لم ازل ارجع بین ربی و بین موسیٰ حتی قال یا محمد انھن خمس صلوٰۃ کل یوم و لیلۃ بکل صلوٰۃ عشر فذالک خمسون صلوٰۃ۔

**بے نماز کی حیثیت:** پس جو شخص ان پانچ نمازوں کو بھی ادا نہ کرے، وہ دراصل تمام موجودات و کائنات کی نگاہیں اپنے اشرف انسانی کی تذلیل کرتا ہے اور خلافت الٰہی کے اس منصب و مقام کی تحقیر کرتا ہے اور علیٰ رؤس الاشہاد اس کی شہادت دیتا ہے کہ اس عالم میں صرف اس کا وجود ناکارہ صرف وہی غافل خود فراموش اور اللہ کی اطاعت و عبادت سے صرف وہی باغی و منحرف ہے، دنیا کا یہ پورا کارخانہ اس کی زندگی اور اس کی راحت کے لئے شب و روز متحرک اور سرگرم ہے، اس میں کوئی تعطیل نہیں اور اس میں کبھی کوئی وقفہ نہیں ہوتا، سورج اس کے لئے پابندی سے نکلتا ہے، ہوائیں اس کی خاطر دوڑتی پھرتی ہیں۔ بادل اپنے کندھوں اور سروں پر پانی کا سمندر لئے پھرتے ہیں۔ درختوں کی طرف سے بخل نہیں، زمین کو خدمت و اطاعت سے عذر نہیں، جانوروں کو اس کے حکم و احکام سے مجال سرتابی نہیں، لیکن خود اس کا یہ حال ہے کہ بیک وقت ان سب کی محنت کے نتائج و ثمرات سے متمتع ہوتا ہے، لیکن اس خدا کے سامنے سر جھکانے سے اس کو گریز یا غفلت ہے، جس کے حکم سے یہ سارا عالم اس کی راحت کے لئے سرگرداں ہے۔!!



ندوہ کے شب و روز

شمس الحق ندوی

# مولانا محمد ناظم صاحب ندوی مادر علمی ندوۃ العلماء میں

۱۱، ۱۲، ۱۳ جمادی الثانیہ کو مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہ، ناظم ندوۃ العلماء کی دعوت پر دار العلوم ندوۃ العلماء میں مذاکرہ ادبیات اسلامیہ پر ہونے والے سیمینار کے سلسلہ میں تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ انتظامات کی چہل پہل رہی جو دیدنی تھی شنیدنی نہیں، الحمد للہ کہ سیمینار توقع سے زیادہ کامیاب ہوا، جس کی کچھ تفصیلات تعمیر حیات کے گذشتہ دو شماروں میں آچکی ہیں۔ سیمینار میں شرکت کے لئے پاکستان سے حضرت مخدوم و مربی مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی کے ہم درس و رفیق و سابق ادیب اول و مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء محترم مولانا محمد ناظم صاحب مدظلہ، بھی تشریف لائے تھے مولانا کو ندوہ چھوڑے ہوئے تین دہائیاں گذر چکی ہیں اس طویل مدت کے بعد جب ایسے دو مخلص دوستوں کی ملاقات مادر علمی کی کشت زار میں ہو جہاں دونوں نے مل کر اپنا خون جگر نچوڑا ہو، پھر ایک نے بعض مخصوص حالات کی بنا پر ہجرت کی ہو اور ایک نے ہندوستان میں رہتے ہوئے مادر علمی ہی کی آبیاری کرتے رہنے کا فیصلہ کر کے اب تک قیس و فرہاد کا جگر لئے اس کی آبیاری کی ہو، اور اس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہو۔

اس ملاقات پر ان دو مخلص دوستوں کی خوشی و مسرت کا حال کیا ہوگا۔ دونوں کے چہروں پر فرحت و انبساط کا عجیب منظر تھا اس کی صحیح ترجمانی مخدوم و مربی مولانا سید ابوالحسن علی میاں ہی کی زبان سے ہو سکتی تھی۔ چنانچہ جب یہ دونوں رفیق ندوہ کے مہمان خانہ سے نکل کر انجمن الاصلاح کیطرف سرور و محبت کے ساتھ چلے اور رواق سلیمانی اور رواق شبلی کے درمیان واقع حسین و خوبصورت پارک کے پاس پہنچے تو مولانا علی میاں صاحب مدظلہ، کی زبان بے اختیار حرکت کرنے لگی۔

اتفاق بلبل و گل بارہا خواہد شود
بعد ازیں ما و شما و سیر بستاں یا نصیب

اگرچہ یہ امتحان کا زمانہ تھا مگر جا لیہ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور طلبہ سراپا انتظار بنے ہوئے تھے، الاصلاح کی تاریخ میں مولانا ناظم صاحب کے اعزاز میں طلبہ کی طرف سے ہونے والا یہ جلسہ بھی عجیب پر کیف تھا جب اسٹیج پر تیس سال کے وقفہ کے بعد دو رفیق بیٹھے اور دائیں بائیں ہونہار شاگردوں کی جماعت بیٹھی ہوئی اور سامنے ان شاگردوں کے تلامذہ کی قطاریں۔

تلاوت کلام پاک اور ترانۂ ندوہ کے بعد ناظم الاصلاح عزیزی شعیب اسلم سلمہ، نے اپنے خیر مقدمی کلمات میں جلسہ پر طاری کیفیت کی تصویر کھینچ دی۔ دونوں بزرگوں کی تقریریں افادیت کے ساتھ ساتھ لطف و کیف کی حامل تھیں، وقت میں کمی تھی لیکن ان کا سلسلہ وقت کی کمی کا پابند نہ رہ سکا۔ آخر مولانا علی میاں صاحب مدظلہ، کی زبان سے یہ الفاظ نکل ہی گئے،

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

تیس سال قبل کی زندگی کا ایک ایک ورق دونوں رفیقوں کے سامنے ایسا پلٹتا جاتا تھا کہ نگاہیں اس سے ہٹنے کا نام نہ لیتی تھیں، جلسہ کا یہ عالم تھا کہ،

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

مولانا محمد ناظم صاحب نے اپنی تقریر میں بھی فرمایا اور نجی مجلسوں میں بھی کہ میرا جسم ندوہ سے ہجرت کر گیا میری روح یہیں ہے اور کوئی دن ایسا نہیں گذرتا کہ ندوہ مجھے یاد نہ آتا ہو، مولانا ۳۰ سال کے بعد لوٹے تو ندوہ کچھ سے کچھ نظر آرہا تھا تعمیراتی و معنوی دونوں ترقیوں کو دیکھ کر مولانا بے حد خوش تھے اور اپنی تقریر میں بڑے والہانہ انداز میں فرمایا کہ یہ سب کچھ میرے مخلص دوست کے ایثار و قربانی، تڑپ و بے کلی کا ثمرہ ہے، فرمایا اس وقت کا ندوہ اپنے اصل تخیل کے مطابق ہے، صبح کو نماز فجر سے قبل مسجد تلاوت کلام پاک کے زمزموں سے گونج رہی ہوتی ہے مولانا جب تک یہ وہ یں رہے مہمان خانہ میں بڑی رونق رہتی اساتذہ بیٹھتے، استفادہ کرتے طلبہ بھی اکثر آتے۔ مولانا نے ایک دن حجۃ اللہ البالغہ اور دلائل الاعجاز کا درس دیا، درس عربی میں دیا۔ خیال ہوتا تھا کہ برسوں سے عربی بولنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے عربی بولنے میں تکلف ہوگا مگر جب مولانا نے درس شروع کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے روز کا معمول ہے، مہمان خانہ میں عربوں سے بات کرتے تو بے تکلف اور پوری روانی سے بولتے۔

حضرت مولانا اور مولانا ناظم صاحب کی تقریر سے قبل ناظم جمعیۃ الاصلاح، شعیب اسلم نے طلبہ کی جانب سے مولانا کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنے احساسات و جذبات کا اظہار ان لفظوں میں کیا۔

خاندان ندوہ کے بزرگ فرد!

۳۱ سال کی طویل مدت کے بعد دھڑکتے دل کے ساتھ آپ نے مادر علمی کی خوبصورت سرزمین پر قدم رکھا، دار العلوم کی معطر فضاؤں نے آپ کو خوش آمدید کہا، در و دیوار نے لپک کر خیر مقدم کیا، چمن کے پھولوں نے مسکرا کر نظریں نیچی کر لیں، جب آپ کچھ اور آگے بڑھے تو آپ کے رفیق محترم اور ہمارے مخدوم مربی ذوق و شوق سے بغلگیر ہوئے اور جب جدا ہوئے تو دونوں کی نمناک نگاہیں ۳۱ سال قبل کی کہانی سنا رہی تھیں، گویا طویل رفاقت کا ایک ایک لمحہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، اب باری آئی آپ کے شاگردان رشید کی جو عقیدت، محبت اور احترام کے جذبہ سے سرشار بیتابانہ آپ کی طرف لپک رہے ہیں، اجنبی اور ناواقف طلبہ کچھ حیرت اور کچھ خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ یہ رقت انگیز منظر دیکھ رہے ہیں، ان کے چہروں پر عیاں ایک سوالیہ نشان نظر آرہا ہے، اور جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ قابل احترام شخصیت کس کی ہے، تو ان کے سر بھی عقیدت سے جھک گئے، خوشی و مسرت ان کے چہرے سے بھی پھوٹنے لگی اور پھر ان کی پر شوق اور احترام سے بھرپور نظریں آپ پر پڑنے لگیں، اب میں اپنے ان اساتذہ کرام سے جن کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ ایک خاندان کا بزرگ فرد جب ایک طویل مدت کے بعد اپنے خاندان میں آتا ہے تو اس کی آمد سے جتنی خوشی بچوں میں پائی جاتی ہے بڑوں میں نہیں، اور وہ بزرگ خاندان زیادہ توجہ اور عنایت بھی بچوں ہی پر کرتا ہے، یہی حال اس وقت ہمارا ہے، آپ کی مبارک آمد سے جہاں آپ کے رفیق محترم اور آپ کے شاگردان رشید خوش خوش نظر آتے ہیں، وہیں ہم طلباء بھی اپنے اندر بے پناہ خوشی محسوس کر رہے ہیں، اور پھر خاص طور سے کل آپ نے جو "حجۃ اللہ البالغہ" اور "دلائل الاعجاز" کا مفید درس ہم طلبہ کے سامنے دیا ہے اس سے تو ہماری نسبت اور بھی اونچی ہو گئی، اور ہم براہ راست آپ کے شاگرد ہو گئے، اور دعاؤں کے مستحق پہلے بھی تھے اب مستحق تر ہو گئے۔

حضرت گرامی قدر!

اکتیس سال کی طویل مدت کو اگر لپیٹ دیا جائے تو اس پار کا نقشہ دیکھنے میں آسانی ہو جائے۔ دار العلوم میں ہر طرف چہل پہل اور علمی فضا ہے، اپنے فن کا ماہر استاذ پوری کوشش اس بات کی کر رہا ہے کہ اپنے فن کو گھول کر پلا دے، چمنستان ندوہ کی خدمت سے وابستہ افراد میں آپ اور آپ کے رفیق محترم بڑے امتیازی مقام پر نظر آتے ہیں، دونوں ہی بڑی جانفشانی اور محنت سے اس چمن کے پودوں کی آبیاری اور نگہبانی میں مصروف ہیں، اپنی راتوں کی نیند اور دن کا سکون ان پودوں کے پیچھے برباد کیا کہ کہیں ان پر خزاں نہ چھا جائے، اور یہ پودے مرجھا نہ جائیں، آج جب کہ آپ پھر ۳۰ سال کے بعد اپنے اسی چمن میں تشریف فرما ہیں، یہ دیکھ کر کتنے خوش ہو رہے ہوں گے کہ وہی پودے جن کو ہم سنبھال سنبھال کر رکھتے تھے جن کی پرورش کے لئے خون پسینہ ایک کرتے تھے، آج وہ پودے ایک بار آور درخت کی صورت میں اسی چمن کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے گھنے سائے میں ہزاروں طلبہ بیٹھے ہوئے اس درخت کے لگانے والوں کو دعا دے رہے ہیں۔

محترم و مکرم! آج سے ۳۱ سال قبل

آپ نے نمناک آنکھوں سے اس خوبصورت ماحول کو خدا حافظ کہا تھا، مگر آپ کے چراغ سے جو چراغ جل اٹھے تھے وہ آپ کی یادوں کی جوت جگائے رہے، اسی کی روشنی ہماری راہوں میں پڑ رہی ہے، اور اسکی تابانی میں ہم آگے بڑھ رہے ہیں، یہ مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی، محترم مولانا معین اللہ صاحب ندوی، مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی، مولانا محمد رابع صاحب ندوی یہ آپ کے وہ شاگردانِ رشید ہیں کہ اگر چھوٹا منہ بڑی بات نہ ہو تو عرض کروں کہ آپ کی شاگردی کا حق ادا کر دیا کہ ہم کو آپ سے جوڑ دیا ہم کو اس گھنے سائے میں بیٹھنے کا موقع فراہم کیا جو آپ کا مرہونِ منت ہے۔ اسی چراغ کی روشنی سے فائدہ پہونچایا جو آپ نے جلایا تھا تو پھر کیوں نہ ہم اپنی خوشی کا اظہار کریں کہ آج ہمارے درمیان وہ مبارک ہستی موجود ہے جس کے فیوض سے ہم برسوں سے استفادہ کر رہے ہیں، جس کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی میں ہم برابر اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

شیخ الاساتذہ! آپ نے اپنے رفیق محترم اور ہمارے مربی جلیل مدظلہ کے ساتھ مل کر دبستان ندوہ کی چمن بندی کے کچھ منصوبے بنائے تھے، لیکن قدرت الٰہی کا یہی فیصلہ تھا کہ یہ ذمہ داری تنہا آپ کے رفیق محترم اور ہمارے مخدوم و مربی کے کاندھوں پر آئے، اور اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کاندھے کو دعوت و عزیمت کے بارِ گراں کے لئے منتخب فرمالیا۔ اب جبکہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں یہ دیکھ کر یقیناً مسرت محسوس فرما رہے ہوں گے، کہ بات منصوبے تک نہیں رہی بلکہ اس کی عملی شکل بہت خوبصورتی کے ساتھ جابجا بکھری نظر آتی ہے بہاروں کے قافلے منڈلاتے نظر آرہے ہیں، مختلف میدانوں میں ترقی کی منزل سامنے نظر آرہی ہے، یہ کامیابی جہاں آپ کے رفیق محترم کے اخلاص، للّٰہیت، سوز دروں اور دعائے نیم شبی کا نتیجہ ہے، وہیں اس میں آپ کے عزیزوں کی جہد مسلسل، لگن، محنت اور خلوص کا بہت بڑا دخل ہے۔

استاذ محترم: جمعیۃ الاصلاح سے آپ کا تعلق بڑا گہرا رہا ہے اسی پر رونق ہال میں اگر آپ پرانی اور شکیل یادوں میں کچھ کھو سے گئے ہوں گے، اور اس زمانہ کی سرگرمیاں، ہمہ ہمی اور دوسری علمی دلچسپیاں یاد آرہی ہوں گی، ہاں آپ نے جو یہ علمی میدان میں ترقی کی ہے اور اس میدان کے انگلیوں پر گنے جانے والے افراد میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ تو کہیں اس میں اس جمعیۃ الاصلاح کا کردار تو نہیں ہے۔ میرا خیال ہے یقیناً ہے۔ تو پھر آج یہ بارونق اور خوبصورت ہال بھی رشک کر رہا ہوگا اور کوئی بعید نہیں کہ سرگوشیوں میں آپ کو خوش آمدید کہہ رہا ہو، اور یہ حقیقت ہے کہ یہ جمعیۃ الاصلاح اپنے قدر دانوں کی بڑی قدر کرتی ہے، یہ اور بات ہے کہ کسی کی قدر محسوس طور پر کرتی ہے اور کسی کی غیر محسوس اور لاشعوری طور پر۔

جناب محترم! اخیر میں میں پھر اپنے ساتھی طلباء کی جانب سے آپ کا پُرزور استقبال کرتا ہوں، اور بارگاہِ ایزدی میں دستِ بدعا ہوں کہ خدا آپ لوگوں کا سایہ بہت دنوں تک ہم لوگوں کے سر پر بصحت و عافیت باقی رکھے۔ آمین

۲۰ مئی کو مولانا اس وعدہ و ارادہ کے ساتھ تشریف لے گئے کہ آتے رہیں گے، ملتے رہیں گے۔

## طلبہ کی علمی و ادبی سرگرمیاں:

چونکہ سالانہ امتحانات کا وقت قریب آتا جارہا تھا اس لئے طلبہ نے ہر دلچسپی سے یکسوئی حاصل کر کے خالص درسی کتابوں پر محنت کرنے کے لئے اپنے وقت کو فارغ کرلینا چاہا چنانچہ النادی العربی۔ الاصلاح خرد و کلاں کے تحریری و تقریری مقابلے شروع ہوگئے دو ہفتہ کے اندر اندر بحسن و خوبی یہ جلسے ختم ہوگئے۔ طلبہ نے اردو، عربی دونوں زبانوں میں اچھے اچھے مقالے پیش کئے اور تقریریں کیں۔

انعام پانے والوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ہونہار بچوں کی نگہبانی فرمائے اور ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے۔

### بزم خطابت (انعامی مقابلہ)

علیا:

اول: جناب بشیر الدین صاحب متعلم درجہ ہفتم

دوم: جناب علیم الدین صاحب درجہ ہفتم

سوم: " محمد شریف " "

(سفلیٰ)

اول: انوار عالم درجہ پنجم

دوم: ضیاء اللہ نوشاد عالم ششم

سوم: کفیل الدین "

بزم سلیمانی کے سالانہ انعامی مقابلہ میں علیا و سفلیٰ کے درج ذیل طالب علم انعام کے مستحق قرار پائے۔

(علیا)

اول: عطاء الرحمٰن

دوم: آفتاب عالم

سوم: محمد عمر لداخی

(سفلیٰ)

اول: اسد اللہ

دوم: عبدالمنان حیدرآبادی

سوم: انوار عالم

انجمن الاصلاح خرد کے سالانہ انعامی مقابلوں میں کامیاب طلبہ کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

بزم سلیمانی "علیا"

اول: عبدالمومن سنبھلی

دوم: عبدالحی رائے بریلوی

سوم: رفیق احمد

بزم سلیمانی (سفلیٰ)

اول: ارشد حسین

دوم: نذر المبین چمپارنی

سوم: عبدالحمید فاضلی

بزم خطابت (علیا)

اول: شمس الدین مناوری

دوم: عبدالحی رائے بریلوی

سوم: فضل الرحمٰن

بزم خطابت (سفلیٰ۔ الف)

اول: انتخاب عالم

دوم: نذر المبین

سوم: عبدالحمید فاضلی

بزم خطابت (سفلیٰ۔ ب)

اول: طارق شفیق

دوم: زعیم الدین

سوم: مصباح الدین

### المسابقة الكتابية للنادي العربي

الطبقة العليا - (الف)

۱۔ محمد ارشد اعظمی ۲۔ ضیاء الرحیم

۳۔ عبدالخالق الاعظمی

(ب)

۱۔ حشمت اللہ ۲۔ احمد الاندونیشی

۳۔ عبدالقیوم کشمیری

الطبقة الوسطیٰ

۱۔ بشیر احمد ۲۔ اکبر شریف ۳۔ محمد شاکر

الطبقة الاولیٰ

۱۔ فضل الرحمٰن ۲۔ بہاء الدین ۳۔ ایوب کشمیری

### المسابقة الخطابية

الطبقة العليا - (الف)

۱۔ ضیاء الرحیم ۲۔ محمد ارشد الاعظمی

۳۔ بہاء الدین الملیباری

(ب)

۱۔ احمد الاندونیشی ۲۔ حشمت اللہ

۳۔ عبدالقیوم کشمیری

الطبقة الوسطیٰ

۱۔ بہاء الدین ۲۔ ابراہیم ڈنکابری

۳۔ شہاب الدین

الطبقة الاولیٰ

۱۔ وصاف عالم ۲۔ محمد صہیب حسینی

۳۔ بہاء الدین

الطبقة الدنیا

۱۔ عبدالحمید کشمیری ۲۔ محمد ارشد کشمیری

۳۔ تاج العارفین۔

## ختم الجامع الصحیح للبخاری:

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے استاد حدیث مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی کی درخواست پر ۱۴ رجب ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۸۱ء کو الجامع الصحیح للبخاری ختم کرایا۔ اس تقریب میں مولانا محمد ناظم صاحب ندوی سابق استاد و مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء، شیخ عبدالفتاح سعید ایڈیٹر "منار الاسلام" ابوظبی و اساتذہ دارالعلوم موجود تھے۔

مولانا نے حمد و ثنا کے بعد الجامع الصحیح للبخاری کی بقیہ احادیث تلاوت کیں اور طلبہ کو بخاری شریف کا امتیاز اور خصوصیت بتائی نیز امام بخاری کی جمع حدیث، تراجم ابواب و مناسبت حدیث کی انفرادیت پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ:-



امام بخاری کی بہت سی خصوصیات ہیں ان کی ایک خصوصیت مناسبت کا تلاش کرنا ہے اور اپنے ما فی الضمیر اور مقصد کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کرنا ہے، آپ سب کو معلوم ہے کہ ہر کتاب کا ایک مقدمہ اور فاتحۃ الکتاب ہوا کرتا ہے۔ اس سے کتاب کے مقصد اور موضوع پر روشنی پڑتی ہے۔ مگر امام بخاریؒ کی کتاب جس طریقہ سے کتب حدیث میں منفرد ہے۔ اسی طرح ان کی کتاب کا آغاز و انجام بھی کتب حدیث میں منفرد ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب کا آغاز حدیث نیت "انما الاعمال بالنيات وانما لامرئ ما نوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه۔ سے کیا۔ اور اپنی نیت کہ میں رضائے الٰہی کا طالب ہوں اور صرف اللہ کی خوشنودی اور آخرت کا اجر چاہتا ہوں اور پڑھنے اور پڑھانے والوں کو متوجہ کیا کہ تمہاری نیت کیا ہونی چاہئے اور تمہارا کوئی کام نیت صالح اور رضائے الٰہی کے طلب سے خالی نہیں ہونا چاہئے اور اس کا انحصار صرف اس کتاب کی حد تک نہیں بلکہ ساری زندگی میں ہے۔

مولانا نے حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث نیت تواتر کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے اور ایک جماعت کثیر نے اس کی روایت کی ہے، حضرت عمرؓ نے منبر نبویؐ پر پڑھ کر سنایا ہے اور صحابہؓ کرام سننے والے ہیں، مسجد نبویؐ کا ماحول ہے، مدینہ طیبہ کا مبارک عہد ہے۔ تو اس کی جلالت شان میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کر کے بلاغت بیانی اور بلاغت عقلی کا ایک نادر نمونہ پیش کیا ہے اور اس حدیث کو کتاب کے موضوع بلکہ موضوع کے مزاج کے مطابق لے آئے۔ امام شافعی سے مروی ہے کہ اس حدیث میں ثلث دین آگیا ہے۔ اگر کوئی شخص اس حدیث کو حرز جان بنالے اور اپنی زندگی کا دستور العمل بنالے تو اس کی پوری زندگی ایمان و احتساب میں ڈھل جائے۔

مولانا نے مزید فرمایا کہ اول و آخر میں ایک لطیف نسبت ہے اور جو آخر اپنے اول سے بے نیاز ہو وہ نامکمل اور ادھورا ہے۔ امام بخاری نے اس مستند ترین ذخیرہ کو جس کی ایک ایک حدیث باوضو لکھی اور بعض اوقات دو دو رکعتیں پڑھی اس کو اہتمام سے ختم کرتے ہیں کیونکہ اس میں اقوال رسولؐ ہیں۔ "ما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي يوحىٰ" ہے اس کے اندر عقائد سے لے کر معاملات و سلوک ساری چیزیں آگئی ہیں۔ جو انسان کی نجات اخروی و فلاح دنیوی دونوں کے لئے کافی ہے اور اس کا اختتام باب قول الله ونضع الموازين القسط ليوم القيامة سے کرتے ہیں۔ انھوں نے یہ بات کہہ دی کہ الحمدللہ یہ پوری خدمت میں نے عبادت سمجھ کر کی ہے اور حدیث لاتے ہیں۔ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان الى الرحمٰن خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، اور یہ بتا دیتے ہیں کہ اصل معیار تو وہ ہے جو رحمان کو محبوب ہو اور اسی سے وزن پیدا ہوتا ہے اور میں جو چیز پیش کر رہا ہوں دنیا کی بہت سی چیزیں اس سے زیادہ وزنی ہو سکتی ہیں لیکن اصل فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا، وہاں معلوم ہوگا کہ میں نے کتنا وقیع اور کتنا وزنی عمل کیا ہے۔ ونضع الموازين القسط ليوم القيامة۔ یہ کلمہ خفیفتان علی اللسان تو ہے لیکن اللہ کی میزان میں بھاری ہے اور دنیا میں جو بھی علمی کارنامے و کاوشیں و موشگافیاں ہوئی ہیں۔ ضخامت کے اعتبار سے بھی، عمق کے اعتبار سے بھی ان سب کا فیصلہ مقبولیت عند اللہ پر ہے اور امام بخاری چلتے چلتے ہدایت دیتے ہیں کہ اذکار طویلہ کی توفیق نہ ہو تو کم از کم آدمی اس کی مداومت کرے اس لئے کہ آخر کی جو چیز ہوتی ہے وہ یاد رہتی ہے اور آدمی جب رخصت ہونے لگتا ہے، سفر پر جانے لگتا ہے تو بہت ضروری بات آخر میں کہتا ہے اور اس طرح انسان جب دنیا سے جانے لگتا ہے تو سب سے ضروری وصیت آخر میں کرتا ہے امام بخاری رخصت ہو رہے ہیں۔ خدا کرے کبھی رخصت نہ ہوں لیکن جو ظاہری طور پر کتاب کے ذریعہ امام بخاریؒ کی صحبت حاصل تھی وہ اب ختم ہو رہی ہے۔ چلتے چلتے وصیت کر رہے ہیں کہ آدمی کو اتنی ہمت تو ہونی ہی چاہئے کہ ایسے ہلکے پھلکے کلمے اپنی زبان سے کہے "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم" امام بخاریؒ سب کچھ کہنے کے بعد اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بعد کہ ان کی نیت بخیر تھی۔ ان کی نیت صرف رضائے الٰہی کی تھی، صرف کلام نبوت کی اشاعت اور اس کے باقی رکھنے کی تھی۔ اس میں کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی، تو اس کا خاتمہ اس پر کرتے ہیں، "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم" کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو میری طرف سے اور اگر کوئی خوبی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب فنی حیثیت سے، اسناد کے لحاظ سے، اپنے تراجم ابواب کے لحاظ سے، اپنے فقہی استنباطات کے لحاظ سے، اور احادیث سے جو انھوں نے بڑے بڑے احکام نکالے ہیں، فوائد مستنبط کئے ہیں، اس کے لحاظ سے یہ کتاب سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ مستند ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس کتاب کی صحبت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کی قدر و منزلت کی توفیق دے اور یہ تمنا کم سے کم ہمارے دل میں پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی خدمت کی اور اس کے پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اگر خدا توفیق دے تو اس کے پڑھانے کی بھی۔ اور اس کو ہم سمجھیں کہ واقعی کتاب اللہ کے بعد سب سے بڑی عزت کی جو چیز ہے وہ صحیح بخاری کا پڑھ لینا اور اس کو پڑھا سکتا ہے۔

مولانا نے آخر میں طلبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کا شکر کیجئے کہ اس نے آپ کو یہ سعادت عطا فرمائی اور اس مادیت اور جہالت کے دور میں آپ کو بخاری شریف پڑھنے کی توفیق ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اشتغال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر جو کتب خانہ تیار ہوا ہے اس سے استفادہ کی توفیق دے۔

اور آخر میں مولانا نے دعا کرائی، اور اس پر یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

(نقل از ٹیپ شاہ ابو دجانہ تسنیم)

## فارغین کے لئے الوداعی جلسہ:

تخصص ادب اول اور فضیلت اول کے طلبہ نے دارالعلوم سے فارغ ہونے والے طلبہ کے اعزاز میں جلسہ کیا۔ جلسہ کی صدارت مولانا سید محمد رابع ندوی صدر شعبۂ ادب عربی نے فرمائی جلسہ میں اساتذہ بھی موجود تھے۔ جلسہ میں فارغ ہونے والے طلبہ نے اپنے اپنے تاثرات بیان کئے بعضوں کی آنکھیں نمناک ہوگئیں، طلبہ کی تقریریں تاثر میں ڈوبی ہوئی تھیں وہ اپنے اساتذہ کے سراپا شکر گزار تھے جنھوں نے ان کو اس منزل تک پہونچایا اور مستقبل کی زندگی میں دعا کی درخواست کی۔

اخیر میں صدر جلسہ کی تقریر پر جلسہ ختم ہوا۔ جلسہ کے آغاز میں فضیلت اول اور تخصص اول کی نمائندگی کرتے ہوئے فضیلت اول کے طالب علم اور ناظم الاصلاح شعیب اسلم نے الوداعی مقالہ پیش کیا جس میں اپنے جانے والے ساتھیوں کو اس منزل پر پہنچنے کی مبارک باد دی اور جدائی پر اظہار غم کیا۔

ظہر بعد ان رخصت کرنے والے طلبہ کی طرف سے فارغ ہونے والوں کی دعوت ہوئی جس میں اساتذہ بھی شریک تھے۔

---

بقیہ صفحہ ۲: کتاب و سنت سے

سروں پر تیل ڈال دیا گیا تھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ ان کو خراج کے سلسلہ میں سزا دی جارہی ہے۔ تو اس وقت انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ حاکم کے پاس گئے اور اس سے بیان کیا حاکم نے حکم دیا اور وہ لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)